UNIVERSAL LIBRARY
OU_188863
UNIVERSAL LIBRARY

# حالات اقوام کُرد

و

# ترکانِ آلِ عثمان

مؤلفہ

مولوی عبد الحلیم صاحب شرر لکھنوی

جسمیں

کردوں کی معاشرت تمدن و رسومات شادی و غمی و مذہبی عقاید
اور اُنکا ترکوں کے ساتھ تعلق سلطان کے محل کے اندرونی
حالات اور زنانہ دربار کا پورا نقشہ دکھایا ہے

حسب اجازت

سید ظہور الحسن - قومی پریس دہلی - چھتہ لال میاں

مہتاب پریس دہلی میں چھپکر شائع ہوئی

# مختصر فہرست قومی پریس دہلی



## کتب مولانا عبدالحلیم صاحب شرر

**حالات اقوام کرد۔** کردوں کی معاشرت و
رسومات شادی وغمی مذہبی عقائد اور ان کا ترکوں
کے ساتھ تعلق سلطان کے محل کے اندرونی حالات
اور زمانہ دربار کا پورا نقشہ اور والدہ وقاں آفندی
کے اختیارات بڑی دلچسپ کتاب ہے قیمت ۶/

**خلافت عمرو۔** بن سعد بانی خلافت بنو امیہ
ابو مسلم خراسانی بانی خلافت عباسیہ کے پورے حالات
قیمت ۴/

**تذکرہ مشاہیر عالم۔** ہر دو جلد کامل مع فوٹو
مولانا شرر جس میں حسب ذیل سوانح درج ہیں
خلیفہ ناصر الدین اللہ زبیر ابن عوام۔ عبداللہ
ابن زبیر ابن بطوطہ۔ بقراط۔ جالینوس مانی ساڈین
والبصی اعزالدین حسین۔ حاتم طائی۔ جبلہ بن ایہم
محمد بن تومرت المہدی۔ المغربی ابو عثمان سعید
بن مسیح سانانی سیوی۔ دمشق کی جامع مع بنی امیہ
ابو الاسود دولی۔ ساحمد بن طولون۔ ابو الضحاک
عمرو بن معدی کرب۔ زبیدی نابغہ زبیانی اسکندر
اعظم سیموں ابن قرا قرملغانی الحکم المستنصر خود
عبداللہ دقیمی مندرس مغیرہ حجاج وشقی ہیوس

مسجد ایا صوفیہ محمد علی پاشا شاہ ابو جعفر منصور ابو دلامہ
شاعر مسجد اقصیٰ صلیبی جہاد قیمت ۱۲/

**مخدرات مشاہیر عالم**

جس میں حسب ذیل سوانح درج ہیں سمی رامس
ملکہ بابل ہند بنت نعمان لیلا اے اخیلیہ۔ شہدہ کاتبہ زلیخا
ملکہ سجاح۔ ام سلمہ۔ زوجہ سفاح قطر الندیٰ بلقیس
اور نغا۔ علیہ بنت مہدی۔ خدیجہ بنت القیم۔ ملکہ استیر
کتھرائن۔ زبیدہ خاتون۔ اہانی۔ قلوپطرا۔ میڈم
ڈی اسٹائل۔ رابعہ۔ تبصریہ۔ فاطمہ فقیہہ۔ ملکہ زبا۔
ام ابان رابعہ شامیہ۔ فاطمہ نیشاپوریہ۔ ملکہ زنوبیہ
نوازو جہ۔ فرزوقی مصنفہ زبدہ ہلینا قسطنطین
اعظم کی ماں قیمت ۱۲/

**ملک جعفر اور عباسیہ** ایک عرصہ سے لوگ
شبہ میں پڑے ہوئے ہیں۔ کہ آیا یہ واقعہ صحیح ہے یا
غلط ہم نے نہایت تحقیق سے اور مدلل دلائل سے ثابت
کیا ہے کہ یہ واقعہ افسانہ سے زیادہ نہیں۔ قیمت ۴/

**ملا جان کی سرگذشت۔** ساری کتاب
ملا رموں سے لبریز لکھنو اور دہلی کی پرانی زبان
دانی کا پورا فوٹو جواب نا پید ہے۔ قیمت ۶/

**حیات حافظ** یعنی سوانح عمری خواجہ حافظ شیرازی ۶/

ked 1969
کتب خانہ کلیۂ جامعۂ عثمانیہ
Checked 1978
CHECKED 1988
Checked 1964

# حالات اقوام کُرد

دولت عثمانیہ کے ایشیائی علاقے میں ایک ملک ہے جو اُسی قوم کا مسکن ہونے کے باعث کردستان کہلاتا ہے یہ ایک مسلمان اور پرانی قوم ہے گو اس میں تعلیم نہیں اور تمدن ابتدائی زمانہ کا ہے۔ مگر بڑی بہادر شریف اور تاریخی قوم ہے۔ ایران کی اگلی اور قدیم تاریخ میں کلدانیوں کا دور مشہور ہے جو کبھی ایران وعراق اور سارے ایشیائے کوچک کی مالک تھے اُسی قوم کی موجود نسل غالباً یہ قوم کُرد ہے۔

صلیبی لڑائیوں میں سلطان صلاح الدین اعظم کا نہ مٹنے والا نام ساری دنیا میں مشہور ہے وہ بھی اسی قوم کا ایک مشہور و معروف بہادر تھا جس نے بہادری۔ رحمدلی فیاضی اور دنیداری غرض جملہ انسانی اوصاف کے لحاظ سے اپنا نام جریدہ عالم پر ثبت کر دیا ہے یہ لوگ فی الحال دولت عثمانیہ کی فوج میں بھرتی کئے جاتے ہیں اور اقوام عالم کے مقابلہ میں بڑے زبردست مسلمان سپہگر ثابت ہوتے ہیں۔ اور گو عثمانی ہلال کے آگے سر جھکاتے ہوتے ہیں مگر انتہا درجے کے آزاد مشرب اور غیر مطیع ہونے میں عربوں کے ہم مذاق ہیں اور ایشیائے کوچک کے مشرق میں جو بلند اور کوہستانی قطعات زمین ہیں انپر کوہستان طورس سے لیکے کوہ قاف تک پھیلے ہوتے ہیں مگر ان کے وطن میں بھی نصف کے قریب آبادی دوسری قوموں کی ہے۔

کُرد دو قسم کے ہیں جو اخلاق وعادات معاشرت و تمدن حتی کہ خط وخال میں بھی ایک دوسرے سے بدلے ہوتے ہیں ایک تو خانہ بدوش کُرد جو جنگجو فیاض اور زندہ دل لوگ ہیں دوسرے زراعت پیشہ کُرد جو بستیوں میں آباد اور اقامت گزیں ہو گئے ہیں۔ یہ خاموش امن پسند اور اطاعت کیش لوگ ہیں جن میں ذہانت بھی بہت کم نظر آتی ہے۔ کُردوں میں اصلی زبردست اور صاحب اوصاف قوم وہی ہے جو خانہ بدوش ہے انکے چلیے نہایت ہی اچھے

اچھے فربہ بدن ہیں توانا تندرست سڈول ہاتھ پاؤں۔ اُبھری پیشانیاں لمبی خمدار ناکیں
تیز نگاہ اور خال دار آنکھیں جو عموماً سیاہ اور بعض کی شربتی یا نیلگوں ہوتی ہیں چھوٹے
دہانے اور گول ٹھڈیاں انھیں نہایت ہی معزز و ممتاز ثابت کرتی ہیں۔ انکی عمریں بہت
بڑی ہوتی ہیں چلنے میں انکا قدم مضبوط پڑتا ہے اور وضع و چال ڈھال سے ظاہر ہوتا ہے
کہ گویا انہیں اپنے اوپر بڑا ناز ہے یہ باتیں پہلی ہی نظر میں باور کرا دیتی ہیں کہ گویا اپنے ملک
اور اپنے وطن کے اصلی مالک یہی ہیں انکے خوبصورت بچوں کو دیکھئے تو گورا چہرا اور گلابی
چہرے قدرتی صحت و خوبصورتی کا اعلیٰ نمونہ دکھاتے ہیں اور مستعدی و تیزی چلت پھر
اور چالاکی زندہ دلی اور پھرتی کی تصویریں پیش کرتے ہیں۔

مگر سب سے زیادہ دلفریب انکی عورتوں کا حسن و جمال ہے۔ خصوصاً علاقہ طوروس کی کرد
وشیں جسمانی خوشنمائی اور انسانی رعنائی کا سب سے اعلیٰ نمونہ تسلیم کی گئی ہیں ایک یوروپین
سیاح مسٹر میلنجن جنہوں نے ایک مدت تک ان کوہستانی ترکستانوں میں قیام کیا تھا اور
بہت سی کرد عورتوں کو دیکھا تھا ایک حسین و نازنین کرد لڑکی کا سراپا عجیب دلکش الفاظ
میں ادا کرتے ہیں وہ لکھتے ہیں اسکے گال دیکھ کے مجھے جنت الفردوس کے ممنوع پھل کی
شادابی یاد آگئی سربتی آنکھیں تھیں اور لمبی پلکوں کی چلمن میں سے ہیرے کی سی ضو دے
رہی تھیں ناک اگرچہ اعلیٰ درجہ کا نہ تھا مگر اُس کی شکنوں سے بھی خوبصورت پنڈے
کی دلفریب بناوٹ نمایاں تھی لیکن ان سب باتوں پر غالب اُس کی متانت و سادگی
اور اس کا بھولا پن تھا۔

زراعت پیشہ کردوں کی تعداد سپہگری اور خانہ بدوش کردوں کے مقابل چوگنی یا
پچگنی ہے مگر جیسا کہ ہم اوپر بیان کر آتے ہیں قومی خصائص اور قدامت کی وضعداری
خانہ بدوش کردوں ہی میں نظر آتی ہے جنکی نسبت اندازہ کیا گیا ہے کہ انکے سترہ ہزار
خاندان ہیں جن میں سے دس ہزار آج بھی خانہ بدوش ہیں اور تین ہزار خاندانوں نے
گاؤں اور بستیوں میں سکونت اختیار کرلی ہے ان کی تقسیم یوں ہوئی ہے کہ پہلے تو ساری
قوم بڑی بڑی جماعتوں پر منقسم ہوئی ہے جو عشائر کہلاتے ہیں ان میں سے ہر عشیرہ مختلف
قبائل پر منقسم ہے پھر ہر قبیلے کے ماتحت بہت سے طائفے ہیں اور طائفوں کا شمار خیموں
یا مکانوں کی تعداد سے کیا جاتا ہے کہ اس طائفے کے اتنے گھر اور خیمے ہیں اور ہر گھر

خیمے میں جو لوگ رہا کرتے ہیں انکی تعداد پانچ سے لیکے بیس تک ہوا کرتی ہے۔
جہاں ان کا پڑاؤ ہوتا ہے قبیلہ یا طائفے کے شیخ اور سردار کا خیمہ سب سے زیادہ بلند اور سب خیموں کے درمیان میں ہوتا ہے اور اُنکے ممتاز بلند اور وسیع ہونے کی ضرورت بھی ہے۔ کیونکہ وہی سارے قبیلے یا طائفے کا دارالشوریٰ بھی ہوتا ہے عدالت بھی ہوتی ہے اور کلب یا انجمن بھی ہوتی ہے اُسی میں معززین قوم ایک دوسرے سے ملتے اور باہم ہم صحبت ہوتے ہیں اور اُسی میں قومی فیاضی کا اظہار ہوتا ہے ان جری اور بہادر لوگوں کا خاص مذاق یہ ہے کہ خاندانی وابستگی قائم رہے۔ اور سردار کی اطاعت کی جائے مگر باوجود اس کے سردار قبیلہ بالکل خود مختار حکمران نہیں ہے اور اس کے فیصلوں میں عمائد قبیلہ کی رائیں کو بہت دخل ہوتا ہے قبیلہ کے پالٹکس اور نظام میں مرد ہی نہیں عورتیں بھی شریک کی جاتی ہیں بلکہ قومی تمدن کا زیادہ حصہ خاصتہً عورتوں ہی کی ذمہ داری میں ہے۔

کردوں کی قوم نے انقلابات زمانہ کے بے انتہا کرشمے دیکھے اور بہت مار کھائی کبھی فاتح تھے پھر مفتوح ہوئے اور تقریباً تین ہزار سال سے متعدد قومیں انپر متواتر غالب آتی رہیں مگر باوجود اسکے کردوں کی متمائز قومیت میں کبھی فرق نہیں پڑنے پایا ظہور نیر اسلام اور دین اسلام قبول کرنے کے بعد بھی یہ قوم کبھی جھکی اور کبھی زوال پذیر ہوئی دولت عثمانیہ کے عروج کے زمانے سے اس میں نئے تفرقے اور جھگڑے پیدا ہوئے اور چونکہ ان کا ملک اکثر ایرانیوں اور ترکوں کا رزم گاہ ہے جن میں اغراض سلطنت ہی کا اختلاف نہیں بلکہ ایرانیوں کو شیعیت اور ترکوں کی سنیت کے باعث مذہبی نزاع بھی ہے لہذا پچھلی کئی صدیوں میں یہ ملک ان دونوں قوتوں اور راشوں کے درمیان میں حرکت مذبوحی دکھاتا رہا کبھی اس فریق کا ساتھ دیا اور کبھی اُس فریق کا۔ دونوں مذکورہ سلطنتوں کی جنگ و پیکار میں قوم کرد کو بارہا سخت آفتوں کا سامنا کرنا پڑا اور کردوں کی قومیت مٹ جانے کے متعدد اسباب پیش آئے بلکہ دونوں جانب سے اس بات کی کوشش کی گئی مگر انھوں نے آجتک اپنے لئے ایک ایسی حالت قائم رکھی ہے جسے نیم آزادی کے لفظ سے تعبیر کرنا چاہیئے کیونکہ اونپر انھیں کے سرداروں کے ذریعہ سے حکومت کی جاتی ہے اور ان کے عوام کو کم محسوس ہونے پاتا ہے کہ سوا اپنے شیوخ اور

آغاؤں کے وہ کسی اور کے بھی تابع فرمان ہیں۔ خلاصہ یہ کہ وہ دولت عثمانیہ کے مطیع ہیں محکوم نہیں۔ اور گو انکی قوم میں آج نہ کوئی شاہی خاندان ہے نہ کسی قسم کا نظام حکمرانی ہے نہ کوئی پرانا مذہب باقی ہے اور نہ کوئی قدیم لٹریچر مگر پھر بھی انکی قومی بندشیں نہایت مضبوط ہیں اور صرف گذشتہ صدی میں تین بار کوشش کی گئی کہ ترکوں کی غلامی سے آزاد ہو جائیں

یہ عام طور پر باور کر لیا گیا ہے کہ وہ کلدانیوں کی یادگار ہیں مگر ان میں بعض اور قومیں بھی مل جل گئی ہیں بلاد کبتان اور ہکاری کے بعض کرد خاندان اپنے آپکو خاندان نبی امیہ کی جانب منسوب کرتے ہیں مگر اس سے زیادہ حیرت کی یہ بات ہے کہ مقام ہبتہ کے بعض سرداران کرد دعوے کرتے ہیں کہ ان کے خون میں انگریزی خون بھی ملا ہے اسلئے کہ اپنی دادیوں میں کیغان نام ایک قدیم الایام کی عورت کو بتاتے ہیں جو انگلستان سے آئی تھی۔ غالباً صلیبیوں کی یہ روایت کہانی نہیں ہے کہ دوسری صلیبی لڑائی کے وقت (جس کا زمانہ سنہ ۱۱۴۷ء سے ۱۱۴۹ء تک تھا) فرنگیوں کی ایک جماعت شمال مشرقی اضلاع میں بہت ماری ماری پھری مگر واپسی کا راستہ نہ ملا تو بے دست و پا ہو کے کردستان کے پہاڑوں میں سکونت پذیر ہو گئی تھی۔

کردوں کے مکانات اسی وضع کے ہیں جیسے کہ انکے ہموطن آرمینوں کے ہیں ہر مکان میں ایک گلی تنور رہا کرتا ہے جو اپلوں سے گرم کیا جاتا ہے اور اوپر بیٹھ کے عورتیں پتلی پتلی روٹیاں پکاتی ہیں اور نیز تھیلیوں کو زنجیروں میں باندھ کے اس میں لٹکاتی اور آبا لینے کی چیزیں آبالتی ہیں۔

ملک کا زیادہ حصہ قابل زراعت نہیں مزروعہ آراضی صرف شہروں اور بڑے بڑے گاؤں کے آس پاس نظر آتی ہیں۔ مگر قبائل کرد کا ذریعہ بسر اوقات زراعت نہیں بلکہ چراگاہ ہیں۔ موسم سرما میں وہ پانی اور مرغزاروں کی تلاش میں اپنے بڑے بڑے گلوں کو ساتھ لئے ہوئے ایک بلندی سے دوسری بلندی پر پھرتے رہتے ہیں اور انکے قبائل کا کوچ واقعی ایک دلچسپ نظارہ ہوتا ہے گرہستی کا مال و اسباب بیلوں پر لدا ہوا ہے اور عورتوں نے اپنے بچوں کے گہوارے اپنی پیٹھوں پر نہیں باندھ لئے ہیں انکے دو تین بچے بھی مع گہوارے کے بیل کی پیٹھ پر ہوتے ہیں۔ مردوں کا غول الگ ہوتا ہے اور عورتوں کا غول الگ۔ مرد اپنے اسلحہ کے سوا اور کوئی چیز لیکے نہیں چلتے انکی بیبیوں میں

ایک بڑا بھاری اور وزنی ڈنڈا آویزاں ہوتا ہے جو کمر کے برابر لٹکا کرتا ہے۔ اور ڈھال تلوار پیٹھ سے لگی رہتی ہے۔ وہ صرف گلے کی حفاظت کرتے ہیں۔ اور گویا اور کسی چیز سے انہیں علاقہ نہیں۔ مال و اسباب بال بچوں اور گرہستی کے کل سامان کی حفاظت عورتوں کے غول کا کام ہے۔ جس کے آگے آگے افسروں اور سورما پہلوانوں کی طرح چند شجاع اور بہادر عورتیں ہوتی ہیں جنکی وضع قطع یاد کراتی ہے کہ اپنے گروہ کی سردار اور مردوں سے زیادہ قبیلے کی حفاظت اور سلامتی کی ذمہ دار ہیں خلاصہ یہ کہ مرد سوا گلے کی حفاظت کے خود اپنی ذات کے اکثر کاموں میں بہت کم دخل دیتے ہیں کیونکہ کل انتظامات عورتوں کے سپرد ہیں

کرد لوگ اپنے گلوں کا گوشت بہت ہی کم کھاتے ہیں اس لئے کہ اسے وہ اپنے صرف میں لانے سے زیادہ قیمتی خیال کرتے ہیں۔ ہاں دودھ دہی پنیر اور مکھن انکی خاص غذائیں ہیں جن پر وہ بڑی خوشی سے قناعت کرتے ہیں ان چیزوں کو پتلی پتلی روٹیوں اور ایک قسم کے پلاؤ کے ساتھ کھاتے ہیں جو چاولوں کے عوض گیہوؤں سے تیار کیا جاتا ہے۔

مکھن نکالنے کی ترکیب بھی نہایت ہی سادی اور ابتدائی زمانے کے اصول کی ہے بھیڑ کی ایک بڑی کھال کی مشک جس میں دودھ بھرا ہوتا ہے دو رسیوں میں باندھ کے آڑی آڑی لٹکائی جاتی ہے اور خاندان کی کنواری لڑکیاں اسے جھونکے دے دیکے ہلاتی ہیں اس کوشش سے تھوڑی دیر میں دودھ میں سے مسکا نکل آتا ہے۔ پنیر کا زیادہ رواج ہے اس میں ایک قسم کی گھاس بھی ڈالی جاتی ہے جس میں پیاز کی سی بو آتی ہے

کردی عورتوں کا لباس ترکی خاتونوں کے لباس سے ملتا جلتا ہے۔ نیچے ایک آستینوں دار ڈھیلا کرتا اور عثمانی عورتوں کا سا چوڑا پائجامہ۔ پائجاموں پر بجائے ازاربند کے کمر کے پاس ایک پیٹی ہوتی ہے جس میں سونے یا چاندی کی خوبصورت ڈاب لگی ہوتی ہے کرتے کے اوپر وہ ایک عبا کی ایسی چیز پہنتی ہیں جو گلے کے نیچے گھنڈی تکمہ سے اٹکی آگے سے کھلی اور نیچے تک لٹکتی رہتی ہے۔ یہ عبا معمولاً گجرات یا قسطنطنیہ کے ریشمی دھاری دار یا رنگ برنگ بیل بوٹوں دار کپڑے کی ہوتی ہے اور کبھی اس میں زردوزی اور کامدانی کا کام بھی ہوتا ہے۔ اس عبا کے اوپر وہ ایک پیراہن پہنتی ہیں جو انکی زبان میں ہیش کہلاتا ہے اور عموماً گزنٹ اور ساٹن کا ہوتا ہے اسکی قطع انگریز بیبیوں کے گون سے ملتی جلتی ہوتی ہے مگر اسکی آستینیں چست اور اتنی چھوٹی ہوتی ہیں کہ کہنیوں تک بھی نہیں

پہونچتیں جاڑوں کے موسم میں وہ اس گون کے عوض اکثر ایک روئی کا لبادہ یا اپنا قومی لباس چادرتیہ پہنتی ہیں جو زرد اور سرخ رنگ کے اون کا ہوتا ہے پیٹھ پر دونوں شانوں کے درمیان اسکی بندش رہتی ہے اور گھٹنوں سے زیادہ نیچا نہیں ہوتا۔ مگر سب سے زیادہ حیرت انگیز سر کا لباس ہے مختلف رنگوں کے لمبے لمبے رومال جوڑ کے توس و قزح کے سب رنگ ترتیب سے جمع کئے جاتے ہیں اور انکی باہمی بندش سے اور پینوں سے اٹکا اٹکا کے مسیحی مقتداؤں کی طرح ایک لمبی دو فٹ اونچی ٹوپی بنائی جاتی ہے جو سر پر تاج کی وضع سے پہنی جاتی ہے اور اُنکے رومالوں کے سرے چوٹی کی طرح ایڑی تک لٹکتے رہتے ہیں۔

بعض ٹوپیوں میں لچکا بھی ٹکا ہوتا ہے اور اُس لچکے میں چاندی کی چھوٹی چھوٹی پتیاں بنا کے زیور کی طرح ترتیب لگائی جاتی ہیں۔ اور مختلف وضع کے سکوں اور شیشے کے رنگ برنگ دانوں کے ہار بنا کے بھی اُس میں لٹکائے جاتے ہیں ان ٹوپیوں کے پہننے میں اگرچہ بڑی زحمت ہے اور بالوں کو نقصان بھی پہونچتا ہے حتی کہ بعض عورتیں گنجی ہو جاتی ہیں مگر کہا جاتا ہے کہ کرد خاتونوں کو وہ اس قدر عزیز ہیں کہ رات کو بھی سر سے جدا نہیں کی جاتیں اور اُنکے لٹکانے کیلئے خاص قسم کے چھوٹے چھوٹے تکیے بنائے جاتے ہیں جو سر کے نیچے والے تکیوں کے علاوہ ہوتے ہیں۔

کسان کردوں کی عورتوں کا لباس بھی یہی ہے مگر وہ کم قیمت سادہ اور روئی کا ہوتا ہے۔ اور اُنکے لباس کا رنگ عموماً نیلا ہوتا ہے۔ خصوص چادر خیہ جس کا نیلا پن زیادہ گہرا ہوتا ہے اور نیچے کی طرف اس میں ایک سفید حاشیہ رہا کرتا ہے اُنکی ٹوپیاں بھی چھوٹی ہوتی ہیں اور کھلے ہوئے بال چہرے پر لہرایا کرتے ہیں۔

کرد اگرچہ مسلمان ہیں مگر جب وطن سے باہر ہوتے ہیں برقع پہننے کی بہت کم پابندی کرتے ہیں سلیمانیہ یا اُسکے سے بڑے شہروں میں معزز کرد خاتونیں ایک نیلی چادر اوڑھتی اور آنکھوں کے سامنے گھوڑے کے سیاہ بالوں کی ایک جالی رکھتی ہیں۔ یہی وضع ایشیائے کوچک کے دیہاتی ترکوں کی ہے۔ مگر ادنے طبقہ کی کردنیں بغیر برقع و نقاب کے باہر کی آمد و رفت کرتی ہیں۔ دیہات کی کردنیں سفر پر جاتے وقت برقع کا استعمال کرتی ہیں مگر خانہ بدوش قوم کی عورتیں جب سفر میں ہوتی ہیں روئی کے ایک رومال سے چہرے کا کسی قدر حصہ چھپا لیا کرتی ہیں۔ ترکی خاندانوں کی طرح کردوں کی حرم سرائیں بھی

بھی مرد خدمتگار اور غلام آزادانہ آمد و رفت کرتے ہیں جس میں کوئی عیب نہیں سمجھا جاتا۔ اسی طرح مرد مہمان کا استقبال بھی سارا خاندان کرتا ہے جس میں مرد بھی ہوتے ہیں اور عورتیں بھی۔

مگر اس آزادانہ معاشرت کے ساتھ خاتونان کُرد عموماً نہایت باعصمت اور پارسا ہیں اور نہایت ہی معزز و شریفانہ زندگی بسر کرتی ہیں۔ نہ اُن میں وہ کمزوری اور بزدلی ہے جو عموماً ارمنی عورتوں میں پائی جاتی ہے اور نہ ان میں وہ شوخی اور بیباکی ہے جو اکثر ترکیہ خاتونوں میں پائی جاتی ہے سارے ملک میں جتنی قومیں آباد ہیں ان سب میں کُردوں کی عصمت شعاری بڑھی ہوئی ہے اور اسی درجہ سے گویا یہ عام قومی قانون بنگیا ہے کہ کوئی منکوحہ عورت زنا کی مرتکب ہو تو شوہر اُسے مع اُس کے آشنا کے قتل کر ڈالتا ہے۔ ملکی قانون ایسے مواقع پر کسی قسم کی باز پرس نہیں کرتا قوم اُس غیرت مند بہادر کی نہایت ہی عزت و حرمت کرتی ہے جس نے ان گنہگاروں کو قتل کر ڈالا ہو اور اس کے کارنامے قومی مفاخر کی طرح ہر جگہ بیان کئے جاتے ہیں۔ چنانچہ ایسی روایتیں ان میں کثرت سے مشہور ہیں اور فخریہ بیان کی جاتی ہیں۔ شوہر ہی نہیں دیگر قرابت داروں نے بھی ایسی ناموریاں حاصل کی ہیں چنانچہ ایک پندرہ برس کے لڑکے نے اپنی سوتیلی ماں کو کسی نامحرم سے مانوس دیکھ کے مع اُسکے شریک گناہ کے عین حالت سیہ کاری میں قتل کر ڈالا اور قوم میں ایک غیرت مند بہادر مشہور ہوا۔ یہ جوش غیرت اس درجہ بڑھا ہوا ہے کہ قاتل کی تعریف ہونا درکنار گنہگار مقتول کے اعزہ عدالت کی طرف رجوع بھی نہیں کرتے۔ اور ان کے قرابت دار و احباب رسم تعزیت ادا کرنا بھی ضروری نہیں خیال کرتے ہیں۔

اُن میں بعض عورتوں کے کارنامے بھی مشہور ہیں جنہوں نے اپنی عصمت بچانے کیلئے غیر معمولی شجاعت ظاہر کی۔ ایک عصمت شعار کُرد خاتون کسی بے وفا خادم کے ساتھ میکے سے سسرال جا رہی تھی جو ایک دن کے راستے پر تھی نوکر نے بدنیتی سے سفر میں اتنی دیر لگائی کہ راستے ہی میں آفتاب غروب ہو گیا۔ اور راستے کے پُرخطر ہونے کے باعث انہیں راستے کی ایک اجاڑ اور سنسان سرا میں ٹھہر جانا پڑا جو چوروں اور بدمعاشوں کی وجہ سے بدنام تھی غرض خاتون سرا کے بالاخانے میں ٹھہری اور نوکر نیچے اصطبل میں گھوڑے

باندھ کے اوپر گیا اور بے تکلف اپنی مالکہ پر دست درازی کر بیٹھا۔ وہ خاتون اس کی بدنیتی کو پہلے ہی سے تاڑ گئی تھی اور ایک چاقو نکال کے اپنے پاس رکھ لیا تھا نوکر کا دست درازی کرنا تھا کہ اس نے ایک ہی حربے میں چاقو اُسکے حلقوم میں پیوست کر دیا یہ ایسا کاری زخم تھا کہ نوکر چیخ کے گرا اور تڑپ کے مرگیا۔ اب اُس کمرے میں چونکہ ایک لاش پڑی ہوئی تھی لہذا عورت کو مارے ڈر کے نیند نہ آئی ایک کونے میں خاموش بیٹھی ہوئی تھی کہ باہر سے گھوڑے کی ٹاپ کی آواز آئی اور اُسے یقین ہو گیا کہ اس اُجاڑ مقام میں اور ایسے نازک وقت میں سوا کسی ڈاکو کے اور کوئی نہیں آسکتا۔ دل ہی دل میں سہم رہی تھی کہ معلوم ہوا کہ نووارد شخص گھوڑے سے اُترا اور اپنے راہوار کے باندھنے کے لئے اصطبل ڈھونڈ رہا ہے دل میں کہا کہ اگر اس نے اصطبل میں جا کے ہمارے گھوڑے دیکھے تو غضب ہی ہو جائیگا اِسے ایسا ڈرانا چاہیے کہ باہر ہی سے پلٹ جائے۔ چنانچہ چاقو پھر ہاتھ میں لیا اور مقتول نوکر کا ایک بازو کاٹ کے نووارد کے آگے پھینک دیا مگر اُس پر کچھ اثر نہ ہوا۔ تب اُس نے کانپتے ہوئے ہاتھوں سے دوسرا بازو کاٹ کے پھینکا نووارد نے جو اس طرح دو کٹے ہوئے بازو اپنے آگے گرتے دیکھے تو اُسے بھوتوں کا خیال ہوا۔ اور چلا کے کہا تم چاہے جو کوئی ہو مگر اتنا جان لو کہ میں ڈرنے والا آدمی نہیں میں شہر گیلان کا دیرغو ہوں۔

یہ کلمات سنتے ہی عورت بے تحاشا کہہ اٹھی "دیرغو! (کیونکہ یہ اُس کے پیارے شوہر کا نام تھا) تم ہو تو آؤ - میں تمہاری عزل (چاہیتی بیوی) ہوں۔ اسلئے آؤ اور مجھے بچاؤ" یہ خلاف امید جواب سنکے حیرت زدہ دیرغو اوپر آیا اور اپنی بی بی کی زبانی اُسکی سرگذشت سُنی۔ بیوفا اور بدکار خادم کی لاش دیکھی اور معشوقہ کا شکر گذار ہوا اور پہلے سے زیادہ اُس کے رخ زیبا کا شیدا ہو گیا دیرغو کے وہم وگمان میں بھی نہ تھا کہ میری بی بی آج ہی آنیوالی ہے اسکے یہاں آنے کا صرف یہ سبب ہوا تھا کہ ایک صحبت میں چند ہمسن احباب نے اسکی بہادری میں شبہہ کیا اور کہا اگر دل کے مضبوط ہو تو سرائے پاس (اسی سنسان سرا) میں آدھی رات کو جا کے اپنی کوئی نشانی چھوڑ آؤ۔ چنانچہ اسی غرض کے لئے وہ آیا اور اپنی بی بی کو ساتھ لیکے گھر گیا۔ ایسی ہی ایک باعصمت کرد خاتون مسٹر بشن کو بھی اپنے سفر کردستان کے وقت ملی اُسنے ایک ترک شخص کو جسنے اُسکی عصمت

پر حملہ کیا تھا بر چھے سے بھونک کے مار ڈالا انکا بیان ہے کہ یہ عورت مردانے بھیس میں شیخ احمد آفندی کے ہمراہ رہتی تھی اور ایک وفادار خدمتگار کی طرح انکی خدمت گزاری کرتی تھی۔

بلبسی قبیلہ جس کا نام آچکا ہے اسکی عورتیں دیگر قبائل کرد کی عورتوں سے زیادہ جفاکش و دلیر مشہور ہیں جنگ کرتی رہزنی اور لوٹ مار کرتی ہیں۔ اور چونکہ خدا نے انہیں حسین نازنین اور پری جمال رشک مہ جبین پیدا کیا ہے اسلئے اپنی تاخت وتاراج میں بھی عجیب عجیب طرح کی ناز آفرینیاں دکھاتی اور لوٹتے وقت طرح طرح کی شرارتوں سے پیش آتی ہیں۔ جو بد نصیب تاجر یا سیاح انکے ہاتھ میں پھنس جاتا ہے اُسے انتہا درجے کا بد قسمت خیال کرنا چاہیے۔ کیونکہ اپنے جھرمٹ میں لے لینے کے بعد یہ ستمگر جادو نگار اُسے ایسی دلفریب ادائیں اور ایسے جانستاں ناز وانداز دکھاتی ہیں اور اس طرح دل چھین کے اُسے اپنے حسن پر مائل اور اپنا شیدا بنالیتی ہیں کہ غریب بے اختیار کہہ اٹھتا ہے ؎

قربان نگاہے تو شوم باز نگاہے

آخر بیتابی اُسے طالب وصل بناتی ہے اور حرف مطلب زبان سے نکل ہی جاتا ہے یہ کلمہ زبان پہ آیا اور ان شریر غارتگر دین وایمان دلرباؤں نے اُسے اس گستاخی کی سزا دینا شروع کی یہ سزا بھی عجیب طرح سے لگاوٹ بازی کا پہلو لئے ہوئے ہوتی ہے کوئی شوخ ادائی سے قریب آ کے چٹکیاں لیتی ہے کوئی ناخنوں سے مُنہ کھسوٹ لیتی ہے کوئی خاردار ٹہنیوں سے مارتی اور سارا بدن لہولہان کر دیتی ہے غرض یہ کافر ماجرا رہزنیں یونہیں کھلا کھلا کے اور ستا ستا کے اپنے انسانی شکار کی جان لیتی ہیں میں سمجھتا ہوں کہ ہمارے ہندوستانی شعرا اگر انکے پاس بھیجدئے جائیں تو انکے شاعرانہ مالیخولیا کا بہت اچھا علاج ہو جائے کیونکہ اپنی تمام آرزوؤں میں کامیاب ہو کے بہت جلد شہید ناز ہو جائینگے۔

کردوں کی معاشرت اور خاندانی زندگی میں عورتوں کا درجہ مردوں کے برابر ہے گھر گرہستی ہی نہیں تومی پالٹکس میں بھی وہ شریک ہوتی ہیں اور اہم معاملات کے طے کرنے کی تدابیر سوچتی ہیں۔ شاید اسی مساوات کے باعث اُن میں خاندانی محبت بھی دیگر اقوام سے زیادہ ہے۔ اور مردوں کا سلوک ان بہنوں بیٹیوں اور بیبیوں کے ساتھ بہت اچھا ہے بی بی چاہے کیسی ہی ضد کرے شوہر اہانت کے سوا کبھی سختی کا برتاؤ شاذ ونادر ہی کرتا ہے کسی کردی سردار کا یہ واقعہ ان میں مشہور اور خاندانی برتاؤ کا اعلیٰ نمونہ

پیش کرتا ہے کہ اُسکے ماتحت فوج تو بہت سی تھی مگر اُسکی بی بی کے ہاتھ گلے میں زیور کی
قسم سے کوئی چیز نہ تھی ایک عید کو تمام ماتحتوں کی بیبیاں اُسے آداب بجا لانے اور مبارکباد
دینے کو آئیں تو انہیں پر تکلف ریشمی کپڑے اور سونے کا مرصع زیور پہنے دیکھ کے نہایت کبیدہ خاطر
ہوئی۔ اور میاں گھر میں آئے تو اَٹواٹی کھٹواٹی لے کے پڑ گئی سبب پوچھا گیا تو کہا ادنے ادنے
لوگوں کی عورتیں جواہرات سے لدی ہوئی ہیں اور میں باوجودیکہ سب سے زیادہ معزز و محترم ہوں
ایک چیز بھی نہیں رکھتی۔ میاں نے کہا تمہاری عزت حکومت اور فوج کی کثرت سے ہی
نہ زیور و جواہرات سے۔ اگر میں زیور فراہم کرنے کی کوشش کروں تو فوج کو کس کے گھر
سے لاکے دوں۔ بی بی نے کہا میں فوج سے باز آئی مجھے تو زیور جواہرات اور بھاری کپڑے
چاہیئے میاں نے کہا اچھا تو اب میں سپاہیوں کو برطرف کئے دیتا ہوں اور انکی تنخواہ کی
رقم سے تمہیں زیور لئے دیتا ہوں یہ کہہ کے اُسنے کچھ زیور مانگ جانچ کے لادیا اور تین چار روز
بعد فوج والوں سے کہا "تم لوگ رات کے وقت آکے شہر گھیر لو اور صبح تک گھیرے پڑے
رہو۔ صبح تڑکے بی بی نے کھڑکی سے جھانک کے دیکھا تو چاروں طرف ہزاروں آدمی اس
وضع میں نظر آئے کہ گویا شہر پر حملہ کرنے ہی کو ہیں۔ گھبرا کے میاں کو اُٹھایا کہ دشمن نے شہر
گھیر لیا ہے جلدی اُٹھ کے مقابلہ کرو۔ میاں نے انگڑائی لیکے کہا۔ میرے پاس اب فوج تو
ہے نہیں کہ مقابلہ کر سکوں۔ تم اپنا زیور دے دلا کے اُنہیں راضی کر دو بی بی نے کہا زیور
سے کیا ہوگا خدا کے لئے جلدی اُٹھو میاں نے بے پروائی سے جواب دیا اب کوئی تدبیر میرے
امکان میں نہیں ہے۔ بی بی نے لرز لرز کے خوشامد کرنا شروع کی تب شوہر نے کہا اچھا تو
اپنا زیور لاؤ تاکہ میں اسکا لالچ دلا کے موقوف شدہ فوج کو پھر مرتب کروں۔ بی بی نے فوراً سارا
زیور اُتار دیا۔ اور میاں نے دکھانیکے لئے کچھ فوج تیار کی اور محاصرہ کرنیوالوں سے کہلا
بھیجا کہ اب تم منتشر ہو جاؤ اور اپنے گھروں میں چلے جاؤ اس طرح نہایت خوش عنوانی سے
ایک شریف و معزز کرد نے اپنی بی بی کو نصیحت کا سبق دیا مگر اُسکو ناراض کرنا گوارا نہ کر سکا۔

لیکن باوجود اسکے خانہ بدوش کردوں کی عورتیں قبائل کے باہمی جھگڑوں اور معرکہ آرائیوں
میں بہت زیادہ دخل دیا کرتی ہیں۔ تدبیروں سازشوں اور کل پولٹیکل کارروائیوں سے
اچھی طرح واقف ہوتی ہیں اور بڑی بڑی خونریزیاں اور لڑائیاں اُنکے توسط سے طے ہو جاتی
ہیں مردوں کی طرح وہ بھی یکایک گھوڑوں پر چڑھ کے جایا کرتی۔ جھٹ پٹ اسلحہ سے

آراستہ ہو جانے اور دادِ شجاعت دینے میں مشاق اوران نازک کاموں کیلئے ہر وقت تیار رہتی ہیں
مسٹر منچن خود اپنا مشاہدہ بیان کرتے ہیں کہ شکئیہ قبیلہ کے کردوں میں ایک مرتبہ قتل اور
خونریزی کا بازار گرم ہوا۔ مغلوب فریق اپنی ۲۴ لاشیں چھوڑ کے بھاگ کھڑا ہوا۔ اور
عالم وان کے پاس آدمی بھیجا جس نے مصالحت و تحقیقات کے لئے ایک کمیشن روانہ
کیا۔ کمیشن والے موقع واردات پر پہونچے تو کیا تماشا دیکھتے ہیں کہ عورتوں کا ایک
غول موجود ہے جس میں خوبصورت اور جوان عورتیں سیاہ نقابیں چہروں
پر ڈالے روتی پیٹتی اور زور شور سے بین کرتی آگے آگے جارہی ہیں ان کا یہ ماتم اور
اظہار رنج والم اس قدر دل لبھانے والا اور موثر تھا کہ جو دیکھتا اس کا دل نرم ہو جاتا
تھا اس کے ساتھ وہ فیاضی بھی برابر کر رہی تھیں کیونکہ تماشائیوں اور راہ گیروں کو
خیرات تقسیم کرتی جاتی تھیں عورتوں کی اس کارروائی کا یہ اثر ہوا کہ نہ حکام کی دخل دہی
کی ضرورت پیش آئی اور نہ متخاصم فریقوں میں نزاع باقی رہی نہ ملزموں کو سزا دی گئی
اور نہ شکست کھانے والے کے دل میں اپنی توہین کا خیال باقی رہا۔

انکی عورتیں بعض اوقات سلطنت کے خلاف بھی سرکشی کر گذرتی ہیں اور چاہے کیسا
ہی معزز عہدہ دار ہو اُسے انکی گستاخیاں برداشت ہی کرنا پڑتی ہیں۔ علاقہ وان میں
ایک شاہی تحصیلدار صاحب سرکاری مالگزاری وصول کرنے کو آئے۔ اور کُردوں کے
رئیس قبیلہ کے خیمے میں فروکش ہوئے اب ان تحصیلدار صاحب کا تو یہ طرز عمل تھا کہ
دھوکا دے دیکے اور بھلاوے میں ڈال ڈال کے کُردوں کے خیمے پر پہونچتے اور انکی
جائداد کے پتہ لگانا چاہتے۔ ادھر کُرد عورتوں کی یہ کوشش رہتی کہ کوئی چیز تحصیلدار صاحب
کی نظر سے نہ گذرنے پائے ورنہ پھانس لیں گے۔ ان متضاد کوششوں کا یہ نتیجہ ہوا کہ ایک
دن عورتوں اور تحصیلدار صاحب سے بگڑ گئی اور خوب صورت پریزادوں اور نازک
بدن جادو نگاہوں نے بے تکلف یورش بول دی۔ ہر طرف سے چھریاں اور لاٹھیاں لے
لیکے دوڑ پڑیں۔ اور خوب درگت بنائی۔ تحصیلدار صاحب پٹ پٹا کے رئیس قبیلہ کے
خیمے میں واپس آئے اور بہت کچھ رونا روئے۔ سردار قبیلہ نے انہیں سمجھا بجھا کے

عشہ یہ ایک پر تکلف غذا ہے جسے کرد لوگ بڑے مزے کے ساتھ کھاتے ہیں اس کی
اصلیت یہ ہے کہ پنیر ہوتا ہے جس میں گندنے کی طرح پیاز کی بو پیدا کی جاتی ہے۔

راضی کیا کہ ان عورتوں پر ہمارا کچھ زور نہیں چل سکتا ۔ یہ نہ ہمارے بس کی ہیں اور نہ آپکے بس کی جانے بھی دیجئے ۔ اگر شکایت بھیجئے گا تو خود آپ کی بدنامی ہوگی کہ عورتوں کے ہاتھ سے پٹ گئے ۔ خلاصہ یہ کہ تحصیلدار صاحب کی سمجھ میں آگیا ۔ اپنی واجبی رقم لیلی اور چلتے پھرتے نظر آئے ۔

۱۸۵۴ء میں جب دولت عثمانیہ اور روس کے درمیان لڑائی چھڑی ہوئی تھی ایک کردی رسالہ قسطنطنیہ ہوتا ہوا میدان جنگ میں گیا جس کی کمانڈنگ افسر قرا فاطمہ خانم نام ایک ادھیڑ کرد خاتون تھی ۔ ہمیں یہ تو نہیں معلوم ہوسکا کہ لڑائی میں اُس نے کیسی شجاعت و سپہگری دکھائی لیکن اتنا جانتے ہیں کہ جسوقت وہ قسطنطنیہ کے پھاٹک سے نکل کے حریف کے مقابلے کو چلی ہے اسلحہ جنگ سے آراستہ تھی ۔ اور اُسکی آنکھوں سے شعلے نکل رہے تھے ۔

تعلیم کی حیثیت سے دیکھا جائے تو خانہ بدوش کرد اُس سے بالکل محروم ہیں ۔ بلکہ تعلیم سے متنفر پائے جاتے ہیں ۔ لیکن ہاں علاقہ سلیمانیہ کے اقامت گزیں کرد جو مست اور کاہل ہوگئے ہیں اُنکے بچوں کو قومی ملاؤں کے ذریعہ سے کچھ نہ کچھ تعلیم ضرور ہوتی ہے ان متوطن کردوں کی بی بیاں اور بیٹیاں کم ازکم فارسی زبان میں لکھ پڑھ لیتی ہیں اسلئے یہی اُنکی علمی اور درسی زبان ہے ۔ کردی زبان میں ابھی تک تصنیف و تالیف و تعلیم کا سلسلہ ہی نہیں شروع ہوا ۔ بعض ملاؤں نے دو ایک کتابیں کردی زبان میں لکھی تھیں مگر پسند نہ کی گئیں ۔ اور ان کا رواج نہ ہوسکنے کے باعث اس کوشش میں ناکامی ہوئی لیکن یزیدی کرد جنکا مذہب جداگانہ ہے اور کہا جاتا ہے کہ اُنکے گیارہ قبائل ہیں جو سات آٹھ ہزار خاندانوں پر حاوی ہیں اُنکو تعلیم سے نفرت ہی نہیں بلکہ اُسکے خلاف سخت تعصب ہے اُن میں سوا اعلیٰ درجے کے مقتداؤں کے جو شاید کچھ شُد بُد ہوتے ہوں سب لوگ جاہل مطلق ہیں ۔ اور اُنکی عورتیں بھی زیادہ تاریکی و جہالت کی حالت میں ہیں ۔

کردوں کی زبان نہ فارسی سے نکلی ہے نہ ترکی سے بلکہ دراصل ان دونوں زبانوں سے وہ علاقہ ہی نہیں رکھتی ۔ باوجود اسکے ترکی محاورے اور فارسی الفاظ اس میں کثرت سے شامل ہوگئے ہیں ۔ مگر حیرت کی بات ہے کہ گو کردی زبان کوئی علمی زبان نہیں لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جیسے کرد خاتونوں میں پورا پورا شاعرانہ مذاق ہے اس لئے کہ وہ

اکثر گیت موزوں کرتی ہیں جو نہایت ہی باذاق ہوتے ہیں اور دلوں پر غیر معمولی اثر ڈالتے ہیں۔ اِن گیتوں میں عموماً اخلاقی اور قومی واقعات نظم کئے جاتے ہیں۔

کُردوں کی کنواری لڑکیاں مجاز ہیں کہ اپنا شوہر آپ منتخب کرلیں کورٹ شپ لینے دولہا و دلہن کا قبل از نکاح باہم ملنا جلنا بھی کسی نہ کسی حد تک ضرور موجود ہے لیکن باوجود اس کے عقد نکاح کے لئے باپ کی رضامندی لازمی ہے۔ کبھی کبھی ایسا اتفاق بھی پیش آجاتا ہے کہ دولھا دلہن باپ کی ناراضی کے اندیشہ سے خفیہ عقد کرکے بھاگ کھڑے ہوتے ہیں اِسکی بنیاد پر کہا جا سکتا ہے کہ کردوں کی اکثر شادیاں زن و شوہر کی باہمی محبت کا نتیجہ ہوتی ہیں۔ لیکن سرداروں کے گھرانوں میں ایسا نہیں ہوتا اُن کی شادیاں اکثر اتحاد و اغراض کی بنا پر ہوتی ہیں۔ اور دولھا دلہن اکثر اوقات ایک دوسرے سے نا آشنائے محض ہوتے ہیں۔ منگنی یوں ہوتی ہے کہ دولھا کا بھائی یا اور کوئی عزیز اُس کا قائم مقام بن کے جاتا ہے اور دُلہن اور اُسکے والدین کے لئے کچھ تحفے اور ہدیے ساتھ لیجاتا ہے۔ دُلہن والے اُسکی خاطر مدارات کرتے ہیں شربت پلاتے ہیں اور اُسکے ہدیوں کو قبول کرتے ہیں۔

اُنکی شادیوں میں ایک خاص قسم کا ناچ ہوا کرتا ہے جسے وہ چوپی کہتے ہیں ایسا ہی ناچ بلغاریہ اور مقدونیہ والوں میں بھی مروج ہے۔ مگر کردوں کا یہ قومی رقص یونانیوں کے ناچ ہورا سے زیادہ مشابہ ہے اِس رقص میں اُنہیں اس قدر دلچسپی ہوتی ہے کہ بعض لوگ بے بلائے چلے آتے اور شریک رقص ہوتے ہیں ناچنے والے ایک قوس کی وضع میں حلقہ باندھ کے اور ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑ کے کھڑے ہوتے ہیں پھر شور کرکرکے ایسی مناسب موزوں حرکت کرتے ہیں کہ معلوم ہوتا ہے جیسے کسی ہرے کھیت کو ہوا کے جھونکے حرکت دے رہے ہیں۔

رقص کے ساتھ جو باجا بجتا ہے اُسے یہ لوگ بلوان کہتے ہیں اس میں متعدد بانسریاں ایک ساتھ لے اور سُر سے بجائی جاتی ہیں جنکے سُر مل کے ایک خاص کیفیت پیدا کرتے ہیں۔ بانسریوں کا یہ نغمہ نرم اور خوشگوار ہوتا ہے اور اس میں نہایت ہی مناسب و باقاعدہ الاپ کی شان پائی جاتی ہے اس نغمہ کی دھنوں میں خاص اثر ہوتا ہے اور جذبات انسانی اس سے نہایت برانگیختہ ہوتے ہیں۔ کردوں کے نغمے اور مزامیر کا

اس قدر باقاعدہ ہونا انکی وحشت ناک حالت کے دیکھتے بہت ہی حیرت کے قابل ہے۔

اس چوبی رقص کا سلسلہ شادیوں کے موقع پر گھنٹوں بلکہ پہروں قائم رہتا ہے پہلے مرد ناچتے ہیں۔ پھر انکے بعد عورتیں ناچنا شروع کرتی ہیں۔ مسٹر ریش جنہوں نے خوش قسمتی سے یہ رقص اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا اور بڑا لطف اٹھایا تھا اس کی دلچسپ تصویر ان الفاظ میں کھینچتے ہیں۔

یکایک بانسریوں نے رقص چوبی کی دھن بلوان شروع کی اور تقریباً تیس خوبصورت خاتونیں موتیوں کی لڑی کی طرح ایک دوسرے کے ہاتھ میں ہاتھ دیئے ہوئے نازو انداز کے ساتھ آہستہ آہستہ قدم اٹھاتی آگے بڑھیں ان کا لباس رنگ برنگ اور ریشمی تھا جس میں اوپر سے نیچے تک سنہری ستارے ٹکے ہوئے تھے۔ ان سب ناچنے والی کبک خرام مہ وشوں کے چہروں پر نہ نقاب تھی اور نہ برقع میں چھپا ہوئی تھیں میرے لئے واقعی یہ نیا اور نہایت ہی دلچسپ نظارہ تھا۔ کیونکہ میں نے ارض مشرق میں عورتوں اور خاصکر معزز و محترم خاتونوں کو بغیر کسی ادنے جھجک کے یوں آزادی کیساتھ مردوں کے سامنے آتے اور اُن کے گروہ میں مل جاتے نہیں دیکھا تھا۔ اب دلرباؤں کی یہ سلک مروارید آہستہ آہستہ حرکت کرنے اور لہرانے لگی ناز و انداز سے وہ ایک قدم آگے بڑھتیں اور پھر ایک قدم پیچھے ہٹ جاتیں یہ پریوش ناچنے والیاں اپنے چھریرے جسموں اور نازک سروں کو اس خوبصورتی سے تولتیں اور ایسی موزوں حرکت دیتیں کہ دیکھنے والوں کا دل ہاتھ سے نکلا جاتا تھا اس رقص کے ساتھ بانسریوں کا شیریں و نرم نغمہ بھی تھا جس کی گت سے باہر کسی کا قدم نہ پڑتا تھا۔ تقریباً آدھ گھنٹہ تک یہ سماں قائم رہا اسکے بعد باجا بجنا موقوف ہوا۔ اور دلربا خاتونیں برقع پہن پہن کے اپنے گھر چلی گئیں۔

چھوٹی اور محدود صحبتوں میں جہاں اغیار نہیں ہوتے اکثر نوجوان عاشق اور انکی معشوقہ لڑکیاں ایک ساتھ مل کے بھی ناچتی ہیں اس ناچ میں ناچتے وقت دونوں کے چہروں پر عجیب قسم کی متانت برسنے لگتی ہے جسکے باریک دامن کے نیچے سے کبھی محبت عشق کے جذبات ظاہر ہونے لگتے ہیں اور کبھی خودداری و غرور حسن کے۔ گو یہ رقص دیکھنے کے قابل ہے مگر افسوس غیروں کی نظر اسکی ایک جھلک بھی نہیں دیکھ سکتی۔ بڑی صحبتوں میں

یہ عام قاعدہ ہے کہ مرد الگ ناچتے ہیں اور عورتیں الگ اگرچہ تماشائی عورتیں پوری بے حجابی کے ساتھ موجود رہتی ہیں۔ نہ انکے چہروں پر نقاب ہوتی ہے اور نہ گھونگٹ ہوتا ہے کُردوں میں عقد نکاح کی تکمیل ایک مقتدا کی موجودگی میں ہوتی ہے جو امام کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔ دولھا اپنے اعزا واقارب اور احباب کو ساتھ لیکے دلہن کے گھر پر آتا ہے اور جب رسوم نکاح پورے ہوجاتے ہیں تو دُلہن کو گھوڑے پر سوار کراکے اپنے گھر لیجاتے ہیں کُرد عموماً ایک ہی بی بی پر قناعت کرتے ہیں۔ تعداد ازدواج کا اُن میں رواج نہیں اور طلاق بھی گو جائز ہے مگر اُسکے واقعات ان میں شاذ ونادر ہی سُننے جاتے ہیں حتیٰ کہ اظہار نفرت کے محل پر انکی زبان سے بارہا یہ کلمہ سُنا جاتا ہے کہ اگر میں ایسا کروں تو میری بی بی کو طلاق ہے۔

مگر اُن میں سے جو لوگ یزیدی مذہب کے پیرو ہیں اور یزیدی کُرد کہلاتے ہیں وہ اکثر کئی کئی بی بیاں رکھتے ہیں۔ عام طور پر ان کی تین بیبیاں ہوتی ہیں اور یہ بھی زیادہ مروج ہے کہ قریبی رشتہ داروں خاصۃً سالوں سالیوں کے فیمابین شادی ہوتی ہے اور چونکہ تعداد ازدواج کا رواج ہے اسلئے انکو طلاق دینے میں بھی زیادہ باک نہیں ہوتا نکاح کی رسم خود اُنکے شیخ کے ہاتھ سے اجرا پاتا ہے ابتدائی مراتب دوستوں اور رشتہ داروں کے ذریعہ سے طے ہوجاتے ہیں نکاح میں مقتدائے قوم پہلے دولھا دُلہن کے لئے ایک دعا پڑھتا ہے جسکے ختم ہوتے ہی دولھا اپنے شیخ یا امام کو ایک بڑی سی روٹی دیتا ہے شیخ اُسے لیکے اُسکے عوض ایک متبرک اور چڑھاوے کی روٹی اسکے حوالے کرتا ہے جو دولھا دُلہن دونوں میں تقسیم ہوجاتی ہے اور اسی پر عقد نکاح کی تکمیل ہوجاتی ہے

بعض یزیدی نوجوانوں کی نسبت مشہور کیا جاتا ہے کہ مذکورہ بالا دعا اور رسم کے وقت بہتے پانی میں کھڑے ہوجاتے ہیں جس سے انکا منشا یہ ہوتا ہے کہ معاہدہ نکاح میں جو کچھ پابندی اپنے ذمہ عائد ہوتی ہے وہ اس پانی میں ڈھل جائیگی۔ چنانچہ جو یزیدی ایسی کارروائی کرسکے ہیں خیال کرتے ہیں کہ اب خلاف ورزی معاہدہ کوئی گناہ نہیں ہے۔ یزیدیوں میں جو ادنے طبقہ کے معمولی لوگ ہیں انکی رسم نکاح کی تکمیل پیروں اور قوالوں کے ہاتھ سے ہوتی ہے لیکن معززین قوم کا نکاح شیخ ناظر یا مقتدائے اعظم خود آکے پڑھتا ہے۔

مسلمانوں کے طرز معاشرت میں تعزیت اور تجہیز و تکفین کے موقع پر نہایت ہی غیر معمولی خاموشی و متانت ظاہر کی جاتی ہے مگر کردوں میں اسکے خلاف نوحہ و ماتم اور شور و ہنگامہ کا بہت ہی روح فرسا سماں نظر آیا کرتا ہے مرنے والا اگر کوئی معزز و محترم شخص ہوا تو جنازے کے ساتھ بیرقیں اور فوجی علم لہراتے جاتے ہیں۔ کرمان شاہ (مملکت ایران) اور بعض دیگر مقامات کے کردوں میں اتنی اور ترقی ہوئی ہے کہ جنازے کے ساتھ لوگ قبر تک گاتے بجاتے بھی جاتے ہیں۔

جنازہ جیسے ہی گھر سے روانہ ہوتا ہے تمام زن و مرد چیختے چلاتے روتے پیٹتے بال نوچتے اور گریباں چاک کرتے یکایک گھر سے باہر نکل پڑتے ہیں کوئی آسمان کی طرف حسرت سے ہاتھ اٹھاتا ہے کوئی بیتابی سے آگے کو جھک جاتا ہے کوئی ماتم کرتا اور کوئی سر پر خاک اڑاتا ہے غرض آواز سے بھی اور حرکات سے بھی طرح طرح کی بیتابیاں اور بے قراریاں ظاہر کی جاتی ہیں مگر یزیدیوں کے رسوم تجہیز و تکفین سب سے انوکھے اور دلچسپ ہیں جیسے ہی کسی یزیدی پر نزع کا عالم طاری ہوتا ہے فوراً ایک قوال بلوایا جاتا ہے جسکو اُنکے رسوم بجا لانے میں بہت دخل ہے وہ آتے ہی جاں بلب شخص کے مُنہ میں پانی ٹپکاتا ہے اور اگر اتفاقاً پانی ٹپکانے سے پہلے ہی کسی کا دم نکل گیا تو پھر قبرستان میں لیجانے کے بعد اُسکے مُنہ میں تھوڑا پانی ڈالدیا جاتا ہے۔

یورپ کے مسیحی سیاحوں کو سب سے بڑی فکر اکثر اس بات کی رہا کرتی ہے کہ کسی فریق کو اِدھر اُدھر کی تاویلیں کرکے دائرہ اسلام یا مسلمانوں کی جماعت سے خارج کردیں گو اس کوشش میں خود مسلمان ان سے زیادہ ان کی مدد کر رہے ہیں اور ہر فریق بلکہ ہر موجودہ عالم دوسرے کو کافر و مشرک یا کم سے کم فاسق بنا دیتا ہے اس پانی ٹپکانے کی رسم پر ہمارے مغربی محققین نے یہ قیاس دوڑایا ہے کہ یزیدی چونکہ اصل میں آتش پرست ہیں لہذا یہ رسم آتش پرستی کی یادگار ہے اور گو اب پانی ٹپکانے کا رواج موجودہ پارسیوں میں بھی نہ ثابت کیا جاسکے لیکن یہ دلیل کافی ہے کہ مجوس کے عقائد میں عناصر اربعہ پاک اور قابل پرستش ہیں لہذا پانی ٹپکانے سے گویا مرنیوالے کی تطہیر کی جاتی ہے اور ہمارے دوستوں کو یہ خبر نہیں کہ پانی ٹپکانے کا مسلمانوں میں ہر جگہ رواج ہے جسکا سبب یہ ہے کہ وہ جانتے ہیں کوئی شخص بلکہ جانور بھی پیاسا نہ مرے مرتے وقت نزع کی تکلیف سے

اکثر حلق خشک ہو جاتا ہے۔ اس لیے وہ آہستہ آہستہ پانی ڈالکے اُسکا حلق تر کرتے رہتے ہیں اسکو آتش پرستی کی رسم قرار دینا ویسا ہی ہے جیسے کوئی کہے کہ مُردے کو پانی سے نہلانا ایک قسم کی مجوسیت ہے کیونکہ پانی کے ذریعے سے تطہیر کی جاتی ہے۔

یزیدیوں میں یہ بھی معمول ہے کہ مُردے کے کفن میں روٹی کا ایک ٹکڑا اور دو ایک تھپے رکھ دیئے جاتے ہیں اور ایک چھری بھی ضرور رکھدی جاتی ہے اسکا سبب یہ بیان کیا جاتا ہے کہ جب منکر نکیر آئیں گے اور سوال کرینگے تو متوفی شخص پہلے اُنہیں روٹی کا ٹکڑا دکھا کے لالچ دلائیگا۔ پھر روپیہ دے کے اپنے موافق بنائیگا اور اسپر بھی نہ مانا تو لکڑی ہاتھ میں لیگا اور لڑ بھڑ کر زبردستی جنت میں گھس جائیگا مُردے کے دونوں ہاتھ وہ سینے پر رکھ دیتے ہیں جو صلیبی وضع سے ایک دوسرے کا تقاطع کرتے رہتے ہیں تعجب ہے کہ اس رسم کی بنیاد پر ہمارے جدید محققین نے اُنہیں عیسائی نہ بنا دیا۔

ان میں میت جب تک گھر پر رہتی ہے قوال پاس بیٹھ کے معرفت کی غزلیں گایا کرتے ہیں اور جب جنازہ چلتا ہے تو وہ لوگ اسی طرح گاتے بجاتے اور انگیٹھیاں ہاتھ میں لئے جن میں عود و لوبان سلگتا رہتا ہے ساتھ جاتے ہیں۔ دفن کے بعد متواتر کئی دن تک مرحوم کے اعزا و اقارب اور احباب عام اس سے کہ مرد ہوں یا عورتیں ہر صبح و شام کو قبر پر جاتے ہیں عورتیں وہاں جاکر نوحہ و بکا کرتی ہیں اور روتی پیٹتی ہیں اور عود و لوبان سلگا کے قبر کے گرد تھوڑی دیر تک خاموش بیٹھتے ہیں اظہار تعزیت کے موقع پر عورتوں کی وضع میں صرف اتنا تغیر ہوتا ہے کہ چہروں پر سیاہ نقاب ڈالکے گھر سے نکلتی ہیں۔

کُردوں کے رسم و رواج کا تو تھوڑا بہت ذکر ہو چکا اب ہم انکے معتقدات اور مذہبی خیالات کی طرف توجہ کرتے ہیں سچ یہ ہے کہ کرد لوگ مملکت عثمانیہ کے پٹھان ہیں یہاں پٹھانوں کا اُجڈپن مشہور ہے وہاں کردوں کا اجڈپن جس طرح یہاں مشہور ہے کہ پٹھانوں میں آجتک کوئی ولی نہیں پیدا ہوا اسی طرح وہاں شہرت ہے کہ کردستان میں کسی ولی کا پیدا ہونا منجملہ محالات ہے اپنے اکھڑپن اور جہالت سے وہ لوگ بعض مذہبی مسائل میں بھی ردوبدل اور ترمیم و تنسیخ کر لیا کرتے ہیں۔ ماہ مبارک رمضان میں کرد لوگ اگرچہ روزے رکھتے ہیں مگر باوجود اس کے دن بھر بے تکلف تارگیلہ (حقہ) بھر بھر کے پیا کرتے ہیں اور کوئی اعتراض کرے تو جواب ملتا ہے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے؟ جو

یہ چیز آپکے زمانے میں تھی ہی نہیں اُسکی ممانعت کیسی۔ رہا قیاس تو دھواں چیز ہی کیا ہے جس سے روزہ ٹوٹے گا ان میں ایسا سخت اجڈپن ہے کہ ترک لوگ بھی انکے مذہبی خیالات ومعاملات میں بہت کم دخل دیا کرتے ہیں انکا معاملہ خود ان کے ملاؤں کے ساتھ ہے جو مسجدوں کی خدمت گزاری کرتے نماز پڑھاتے۔ اور امام۔ کہ خطابے یاد کئے جاتے ہیں وہی ان سے شریعت اسلامیہ کی تعمیل کراتے اور وہی اُنکے بچوں کو مذہبی تعلیم دیتے ہیں۔ لیکن باوجود اسکے ملاؤں کی وقعت ان کی نظر میں بہت ہی کم ہے عام طور پر مشہور ہے کہ ملا لوگ بڑے لالچی اور حریص وطامع ہوتے ہیں۔ ملاؤں کی حرص وطمع اور اُنکی بے تمیزی وناخدا ترسی کی مختلف کہانیاں کردوں میں مشہور ہیں جو نہایت ہی بامذاق ومضحک ہیں۔

مثلاً کہتے ہیں کہ ایک دن ایک ملا اور دو جاہل کرد سفر پر جا رہے تھے راستے میں ایک ندی پڑی جس سے پیر کے اُترنے کے لئے سب نے کپڑے اُتارے ملا صاحب آگے آگے تھے اور وہ دونوں پیچھے پیچھے۔ ندی کے درمیان میں تھے کہ سکے کی چار ہانڈیاں جن میں سکا موجود تھا بہتی نظر آئیں ملا صاحب نے لپک کے اسپر قبضہ کرنا چاہا۔ ایک کو ایک ہاتھ میں لیا۔ اور دوسرے کو دوسرے ہاتھ میں۔ تیسری مُنہ بڑہا کے دانتوں سے پکڑ لی۔ گر چوتھی پر کچھ زور نہ چلا جو ہمراہیوں میں سے کسی کے ہاتھ لگ گئی۔ یہ دیکھتے ہی ملا صاحب نے گھبرا کے کہا بھئی میرے کو چاہے تم لیلو مگر میں خدا کی قسم اپنا حصہ بٹا لونگا۔

اسی طرح مشہور ہے کہ ایک ملا صاحب جنکا نام بایزید تھا ایک دن ایک مسجد میں وعظ کہہ رہے تھے۔ اتفاقاً کسی کام کے لئے انکی بی بی بھی اُدھر سے گذریں جو میاں کو دین کی تعلیم دیتے دیکھ کے ٹھہر گئیں اور سننے لگیں آپ اُسوقت فرما رہے تھے مسلمانوں تم میں سے جس کسی کے پاس دو کپڑے ہوں ایک کپڑا خدا کی راہ میں دیدے اور جس کے پاس دو روٹیاں ہوں ایک روٹی حسبۃً للہ خیرات کرے بی بی کو یہ نصیحت پسند آئی گھر میں واپس آتے ہی ملا صاحب کے کپڑوں کا ایک جوڑا جو دھل کے آیا تھا خیرات کر دیا اور علی ہذ القیاس گھر میں جو کچھ نقد وغیرہ تھا اس میں سے بھی نصف نکال کے خدا کی راہ میں بانٹ دیا تھوڑی دیر کے بعد ملا صاحب گھر میں تشریف لائے تو آتے ہی کہا میرے کپڑے بھیگ گئے ہیں وہ دوسرا جوڑا جو دھو کے آیا ہے لاؤ۔ بی بی نے کہا وہ تو میں نے خدا کی راہ میں دیدیا اور آدھا غلہ بھی نکال کے بانٹ چکی۔ یہ جواب سنتے ہی ملا صاحب طیش وغضب سے بولے کیوں؟

آخر سبب ؟ بی بی نے کہا اس لئے کہ تم نے آج لوگوں کو یہی نصیحت کی تھی اب ملا صاحب میں بھلا کہاں تاب تھی۔ جھنجھلا کے بولے کم بخت عورت ایسی نصیحت میں دوسروں کو کرتا ہوں یا اپنوں کو ؟ میں تو یہ تدبیر کرتا ہوں کہ اپنی آدھی جائداد لوگ مجھے بانٹ دیں اور تو خود میرے گھر کی جمع جتھا لٹائے دیتی ہے اگر یہی حرکتیں ہیں تو دو چار روز میں تو میرے گھر کو تباہ کر دیگی۔

اس سے بھی زیادہ بامذاق اور دلچسپ یہ کہانی ہے جو ہر کرد بچہ کی زبان پر ہے۔ وہ یہ کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم شب معراج کو جبریل امین کے ساتھ فردوس بریں میں تشریف لے گئے تو کیا ملاحظہ فرماتے ہیں کہ ایک قوی ہیکل اور عظیم الجثہ فرشتہ کندھے پر ایک بڑا بھاری ڈھول لئے اور آگے کو کسی قدر جھکا ہوا کھڑا ہے آپ نے دریافت فرمایا کہ یہ کون ہے اس فرشتے نے خود ہی بڑھ کے عرض کیا یا رسول اللہ میرا فرض یہ ہے کہ جب کوئی چیز خیرات کرے تو وہ چاہے کتنی ہی ادنے اور حقیر چیز ہو میں ڈھول بجا کے آسمان کے تمام فرشتوں کو مطلع کر دوں کہ فلاں ملا صاحب نے خیرات کی" آنحضرت صلعم نے پوچھا جب سے یہ خدمت تمہارے سپرد ہوئی ہے تم نے کتنی مرتبہ ڈھول بجایا ہے عرض کیا اس کی کبھی نوبت نہیں آئی اور آج تک انتظار ہی میں گذری ہے۔

باوجود ان بدگمانیوں کے ان کے تمام کام پیروں اور شیخوں کے ہاتھ میں ہیں۔ کیونکہ کردوں کے زن و مرد دونوں کو گنڈے تعویذ اور جھاڑ پھونک سے بڑا اعتقاد ہے مغربی سیاحوں کا یہ خیال ہے کہ ہمارے یہاں کے مسلمانوں کے خلاف ایران و ترکی میں جا کے دیکھیے تو ان روحانی چیزوں کا رواج بہ نسبت سنیوں کے شیعوں میں زیادہ ہے چنانچہ بعض سیاحان یورپ کردوں کی اس قسم کی ضعیف الاعتقادیوں کو شیعیت کا اثر خیال کرتے ہیں لیکن ہم اسکو باور نہیں کر سکتے۔ کیونکہ اس سرزمین کے سنیوں پر بھی ہم مشائخ اور فقرا کا بہت بڑا اثر پاتے ہیں۔ درویش اور فقرا جو پیری مریدی کے مختلف خاندانوں سے وابستہ ہیں کردوں میں انکی تعظیم و تکریم کی جاتی ہے جسکے باعث کردی زن و مرد ترکوں سے بھی زیادہ پیر پرست اور اپنے اولیا کے بندے ہوتے ہیں اور فقرا کے کشف و کرامت اور ان کے تصرفات اور روحانی اقتدارات کے حد سے زیادہ معتقد ہیں۔

سب سے زیادہ عقیدت انہیں خاندان نقشبندیہ کے ایک بڑے ولی شیخ خالد کے ساتھ ہے

جنکا مزار علاقہ سلیمانیہ میں ہے انہیں کرد لوگ غوث الاعظم شیخ عبدالقادر جیلانی رح کا ہم مرتبہ سمجھتے ہیں انہیں حضرت مولٰنا کے محترم لقب سے یاد کرتے ہیں اور اُنکے ملفوظات کو حدیث کے لفظ سے تعبیر کرتے ہیں جو لفظ کہ حضرت رسول خدا صلعم کے اقوال و افعال کے ساتھ مخصوص کر دیا گیا ہے۔ مقدس ولیوں کے مزار اور زندہ فقیروں کے تکیہ ہر امر میں کُرد خانوں کا مرجع و مرکز بنے رہتے ہیں۔ انہیں کی برکت سے بیماروں کو شفا حاصل ہوتی ہے اور آرزومند اپنی تمنائیں پوری کرتے ہیں۔ کوئی بچہ بیمار ہوتا ہے تو سہمی ہوئی ماں اُسے لیکے کسی قریب کے درویش و ولی کے پاس پہنچتی ہے۔ اور وہ بزرگ ہاتھ پھیر کے اُسپر قدم رکھ کے پھونک ڈال کے یا کوئی تعویذ عطا کر کے اُسے اچھا کرتے ہیں۔ قدم رکھنے کا طریقہ ہمیں نیا معلوم ہوتا ہے۔ مگر ایک یوروپین سیاح خود اپنی آنکھ کا مشاہدہ بیان کرتا ہے کہ بچہ سامنے چت لٹا دیا گیا تب پیرجی صاحب کھڑے ہوئے دو شاگرد قریب ہی موجود تھے اُنکے شانوں پر دونوں ہاتھ رکھ کے کھڑے ہوتے اور بچہ پر پاؤں رکھ کے بظاہر دو ایک سکنڈ تک اسی پر پورا بوجھ ڈالدیا۔

پیر پرستی کردوں میں اس قدر بڑھی ہوئی ہے کہ آرمینیوں کے بعض مسیحی سنیوں (ولیوں) سے بھی استعانت کی جاتی ہے۔ سرپ سرگیس نام ایک مسیحی مقتدا تھا جس کا نام اب سینٹ سرجیوس مشہور ہے۔ کرد سپاہی لڑنے کو گھر سے نکلتے ہیں تو اُس مسیحی ولی کے مزار پر جا کے ایک مینڈھا چڑھاتے اور شمعیں روشن کر کے فتح و نصرت کے آرزومند ہوتے ہیں۔

مسلمانوں میں ہر جگہ مشہور ہے کہ خضر و الیاس خشکی اور تری میں شکستہ حالوں کی مدد کیا کرتے ہیں اس اعتقاد میں بھی کرد کسی جگہ کے مسلمانوں سے پیچھے نہیں ہیں اسی طرح شہیدوں کی طرف بھی انہیں خاص توجہ ہے بلکہ سمجھا جاتا ہے کہ شہدا و اولیا اگر کبھی اپنی قبروں سے باہر دیکھے جائیں اور لوگوں کو ان دنیوی آنکھوں سے اُن کی زیارت نصیب ہو جائے تو یقین کر لینا چاہیے کہ کوئی بڑا اہم واقعہ ہونے والا ہے۔

یہ تو عام کُردوں کے عقائد تھے جن میں اور دیگر مقامات کے مسلمانوں کے عقائد میں بہت ہی تھوڑا فرق ہے۔ مگر یزیدی جنکا نام کئی مرتبہ آچکا ہے عجیب و غریب لوگ ہیں اور انکے عقائد بھی انوکھے نظر آتے ہیں اُن کا مذہب ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا مجوسیت اور اسلام کو ملا کے بنایا گیا ہے یا ان دونوں مذاہب کے امتزاج سے خود بخود پیدا ہو گیا ہے یہ پتہ نہیں چلتا کہ

اسکا اصلی بانی کون ہے ان میں سب سے انوکھی بات یہ ہے کہ خود شیطان کو بڑا تسلیم کر کے انکی پرستش کرتے ہیں مسلمانوں کا عام خیال محض نام کی بنیاد پر انکی نسبت یہ ہے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام کے قاتل یزید بن معاویہ کے پیرو ہیں۔ حالانکہ انکو نہ یزید سے کوئی واسطہ ہے اور نہ شہادت سیدنا امام حسین کو کوئی اچھی بات خیال کرتے ہیں لیکن اتنا ضرور معلوم ہوتا ہے کہ یہ ایک پرانا مذہب ہے جس کا پتہ محققین یورپ کو ہجرت کے تقریباً سو ڈیڑھ سو برس بعد سے لگتا ہے اصل یہ ہے کہ ان کا اصلی نام یزیدی نہیں بلکہ یزدی ہوگا جس سے بگڑ کے یزیدی بن گیا ہے۔ مجوس کے نزدیک خداوند جل وعلا کا ایک نام یزد بھی ہے غالباً اسی لحاظ سے لوگوں نے اپنے آپکو یزیدی کہلانا شروع کیا ہوگا انکے عام رسم ورواج میں زرتشتیت کا عنصر غالب معلوم ہوتا ہے۔ چنانچہ یزدان واہرمن کی طرح انہوں نے دو جدا جدا مظاہر خیر وشر قرار دے رکھے ہیں مظہر خیر تو ان کے نزدیک شیخ عادی نام ایک بزرگ ہیں جنکا مزار ان لوگوں کا سب سے بڑا معبد اور مرکز ہے انہیں کو یہ لوگ خالق خیر یا بھلائی کا دیوتا تسلیم کرتے ہیں انکے مقابل شیطان انکے نزدیک خالق شر یا برائی اور بدکاری کا دیوتا ہے وہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ شیخ عادی چونکہ بالذات سراپا رحم وشفقت ہیں لہذا نافرمانی سے چنداں خفا نہیں ہوتے۔ اور انکی پرستش وتعظیم میں کسی قسم کی کمی ہو جائے تو بھی سخت گیری وباز پرس نہیں کرتے لیکن برخلاف انکے شیطان چونکہ سراپا غیظ وغضب اور سخت برہم مزاج ہے لہذا اس کے ہاتھ سے ہر وقت ضرر پہنچ جانے کا اندیشہ ہے وہ ڈرنے کی چیز ہے اور ضرورت ہے کہ انکی مضرت سے بچنے کیلئے خوشامد کے طریقے سے وقتاً فوقتاً اسکی پرستش کی جائے خلاصہ یہ کہ انکے نزدیک اسکی عبادت رغبت کی بنا پر نہیں بلکہ خوف واندیشے کے سبب سے کی جاتی ہے چنانچہ شیطان کی عبادت میں اس قسم کی باتیں عمل میں لائی جاتی ہیں گویا خوشامد کی جاتی ہے تاکہ وہ غیظ وغضب میں آکے نقصان نہ پہنچائے۔ شیطان کی ہیبت ان لوگوں پر اس قدر چھائی ہوئی ہے کہ نہ انکی نسبت کوئی لعن طعن کا کلمہ زبان سے نکالتے ہیں اور نہ اسے اس کے ان ناموں سے یاد کرتے ہیں جنسے اسکا برا ہونا مترشح ہوتا ہے انکے شر سے بچنے کیلئے تعویذ اور نقش کام میں لائے جاتے ہیں انمیں بھی صرف ایسے ہی اشارات وکنایات ہوتے ہیں جو اسکے غصہ کو فرو کر سکیں چنانچہ ایک سرخ رنگ کا جنگلی پھول جسے انگریزی میں انی مول کہتے ہیں شیطان کا پسندیدہ پھول بلور کیا گیا ہے اور محض اس کی خوشنودی حاصل کرنے کیلئے

یزیدی لوگ انی مون کے ہار بنا کے پہنتے ہیں اُسکے گلدستے ہاتھوں میں رکھتے اور اس کے بند عضو اور دروازوں پر لٹکاتے ہیں محض خوشامد کیلئے شیطان کا نام انہوں نے اپنی اصطلاح میں ملک طاؤس رکھ لیا ہے اسی طرح اُسے وہ یعسوب (شہد کی مکھیوں کا بادشاہ) بھی کہتے ہیں۔

جن اضلاع میں یزیدی لوگ آباد ہیں ملک طاؤس کی برنجی مورتیں بنا کے وقتاً فوقتاً نکالی جاتی ہیں یہ مورت جو ایک علم کی شان رکھتی ہے اُسکا اٹھانے والا وقار و تمکنت سے چلتا ہے اس کے آگے آگے دو یزیدی پیر رہا کرتے ہیں جنکے ہاتھوں میں انگیٹھیاں ہوتی ہیں اور انمیں عود و لوبان سلگتا رہتا ہے یہ دھواں اس قدر متبرک خیال کیا جاتا ہے کہ عقیدتمند لوگ اس سے اپنے چہرے اور ہاتھوں کو دھونی دیتے ہیں یہ طاؤسی علم جو سنجق کہلاتا ہے جب کسی گاؤں میں داخل ہوتا ہے تو یزیدیوں میں سے جو شخص سب سے زیادہ نذرانہ پیش کرنے کا وعدہ کرتا ہے اُسکے گھر میں لیجا کے رکھا جاتا ہے اور ملک طاؤس کی سواری دو روز تک اُسکے گھر میں ٹھہرتی ہے اور قوم میں میزبان کی نہایت ہی قدر و منزلت ہوتی ہے ان دو دنوں میں تمام کاروبار اور کل معاملات عام اس سے کہ چھوٹے ہوں یا بڑے دوسرے وقت کیلئے اٹھا رکھے جاتے ہیں۔ ملک طاؤس ایک مور کی سی تصویر ہوتی ہے۔ سینہ آگے کو اُبھرا چھوٹا سا سر اور پھیلی ہوئی دُم چونچ میں گوشت کی سی کوئی چیز لٹکتی رہتی ہے یہ برنجی چڑیا ایک پیتل کی ڈنڈی پر قائم ہوتی ہے اس ڈنڈی میں مور کی مورت کے نیچے تلے اوپر پیتل کے دو چراغ ہوتے ہیں جو اُسی میں ڈھلے ہوتے ہیں ان میں تیل بھرا ہوتا ہے اور دونوں میں سات سات بتیاں ڈالکے روشن کر دی جاتی ہیں یہ ڈنڈی اور چراغ اور مور کی مورت گو سب آپسمیں جڑے ہوتے ہیں مگر اس طرح بنائے جاتے ہیں کہ جب چاہیں انہیں کھول کے علیحدہ کر لیں مسز باجر جو ایک پادری صاحب کی بی بی تھیں مدت تک یزیدیوں میں قیام پذیر رہیں اور انہوں نے ملک طاؤس کو اطمینان کے ساتھ پاس جاکے دیکھا تھا۔ انکا بیان ہے کہ ملک طاؤس کا سنجق ایک چبوترے پر قائم تھا اور اُسکے برابر تانبے کا ایک آفتابہ رکھا تھا جس میں پانی بھرا ہوا ہوتا ہے یہ پانی بیماروں اور مراد مانگنے والوں کو شفا اور مقصد وری کی غرض سے عطا کیا جاتا تھا۔ یزیدیوں کے سردار حسین بے۔ بہت سے شیوخ۔ پیر اور قوال سامنے جمع تھے اور ایک فقیہ بیٹھا ہوا ملک طاؤس کے مناقب بیان کر رہا تھا وہ کہتا تھا کہ فلاں عیسائی کو اس کے نیفرٹ بہ برکت حاصل ہوئی۔ فلاں مسلمان کی یہ آرزو بر آئی۔ اور فلاں یزیدی کو ایسی

برکت حاصل ہوتی اگر آپ سب اپنی بھلائی چاہتے ہیں تو ملک طاؤس کے آگے سر جھکا کے طالب فیض ہو جیے"

یزیدیوں کے اضلاع میں اسی قسم کے سات ملک طاؤس موجود ہیں جو معمولاً اٹھائے جایا کرتے ہیں اور سات کا شمار اس لئے اختیار کیا گیا کہ یہ عدد یزیدیوں میں نہایت متبرک ہے انکے اٹھانے کا انتظام شیخ ناظر کرتا ہے۔ جو ان لوگوں کا افسر سرگروہ اور سب سے بڑا مقتدا ہے۔ اور وہی اپنی تجویز سے گشت کا پروگرام مرتب کرتا ہے۔

یزیدیوں کے اکثر رسوم بظاہر زردشتی مذہب کی یادگار ہیں بلکہ زردشتیوں سے بڑھکے یوں کہنا چاہیئے کہ انکو قایم صابی مذہب سے علاقہ ہے صابی مذہب بابل و نینوا والوں کا ہے اصلی مذہب تھا اور چونکہ کرد لوگ پرانی کلدانی قوم کی یادگار خیال کئے جاتے ہیں جو ان ممالک پر متصرف تھی لہذا کوئی تعجب کی بات نہیں اگر ان یزیدی کردوں کا دین مذہب صابی کی زندہ یادگار ہو۔ آگ اور سورج انکے اعتقاد میں اس عالم کے اندر یزد (خدائے خالق خیر) کی یادگار ہیں اس سبب سے یزیدی لوگ نہ آگ میں کبھی تھوکتے ہیں اور نہ اس میں کوئی ناپاک چیز ڈالتے ہیں بلکہ اپنے ہاتھوں اور چہروں کو آگ میں سینک کے پاک کیا کرتے ہیں۔ انمیں سے جو لوگ مقتداؤں کے گھرانے کے ہیں وہ روز بلا ناغہ سورج کے نکلنے اور ڈوبنے کے وقت اُسکے سامنے سر جھکا کے زمین چومتے یا کسی پتھر کو زمین پر رکھ کے اسکا بوسہ لیتے ہیں۔ مگر عام یزیدی آفتاب پرستی کی رسم صرف خاص تقریبوں یا زیارتوں کے موقعوں پر بجا لاتے ہیں۔ مغرب کے وقت پر مزار کے دروازے پر اور نیز ہر فوارے اور چشمے کے پاس چراغ روشن کیا جاتا ہے۔ کیونکہ انکے عقیدے میں پانی یزداں کا مظہر ہے۔ اور مچھلی بھی محترم چیز ہے انکی آبادی میں سے صرف ادنےٰ درجے کے لوگ پانی کا کوئی جانور کھاتے ہیں۔ ورنہ طیور بحر جو شافعیہ اور دیگر مجتہدین کے نزدیک حلال ہے انکے نزدیک مطلقاً حرام ہے انہیں لڑکے پر تکالیف مذہبی عائد کرنے کا بھی ایک رسم معین ہے۔ یہ رسم زندگی میں مکرر سہ کرر بجالایا جاتا ہے اور اسمیں ہوتا صرف اس قدر ہے کہ لوگ جا کے کسی متبرک چشمہ یا فوارے میں عبادات مذہبی سے پیشتر طہارت کرتے ہیں۔

یزیدی کردوں کے قومی خصائص میں ایک یہ بات بھی ہے کہ نیلے رنگ کو نہایت متبرک خیال کرتے ہیں حتی کہ بے ادبی کے خیال سے اپنے لباس یا اور کسی سامان کو اس رنگ میں ہرگز نہ

نہیں رنگتے اور ابھی نیلگونی کے خیال سے اُن میں کرم کلہ وغیرہ ترکاریوں کے کھانے کی بھی سخت ممانعت ہے یہ تو دین اسلام کا اثر ہے کہ حضرت مسیح کی وہ بہت تعظیم و تکریم کرتے ہیں مگر اُسپر مسیحیت نے یہ رنگ بھی چڑھا دیا ہے کہ شراب کو جناب عیسیٰ علیہ السلام کے خون کا قایم مقام تصور کر کے مقدس و محترم جانتے ہیں۔ یہانتک کہ جب جام شراب پینے کیلیے لیتے ہیں تو بہت احتیاط کے ساتھ اُسے دونوں ہاتھوں سے پکڑتے ہیں تا کہ چھلک کے گرنے نہ پاتے اور اگر اتفاقاً کسی یزیدی کے ہاتھ سے شراب کا کوئی قطرہ زمین پر گر جائے تو اسکا فرض ہے کہ مُنہ لگا کے وہ مٹی چاٹ لے جس میں شراب جذب ہوئی تھی۔

کہا جاتا ہے کہ ان کردوں کو عیسائیوں سے اتنی عداوت نہیں جتنی کہ مسلمانوں سے ہے اور شاید اس کا ایک نمونہ یہ بھی ہو کہ جب اُن کا کسی ارمنی گرجے کی طرف گذر ہوتا ہے تو ٹھہر کے کچھ دعا پڑھ لیتے ہیں اُنمیں کیتھولک عیسائیوں کا سا ایک قسم کا اعتراف گناہ اور اُسکی توجہ بھی ہے مگر بالکل نئی اور انوکھی وضع ہے دس آدمی مل کے باہم ایک قسم کا بھائی چارہ کرتے ہیں اور انمیں سے ایک کو قرعہ اندازی کے ذریعہ سے اپنا سردار یا پیشوا بنا لیتے ہیں اب سکے بعد یہ ہوتا ہے کہ اُن دینی بھائیوں میں جس کسی سے کوئی بڑا گناہ سرزد ہو جاتا ہے تو وہ اُس پیشوا کے سامنے آکے اقرار گناہ کرتا ہے اور وہ مقتدا دعا۔ روزے یا کسی قسم کی ایذائے نفس کے ذریعے سے اُس کے گناہ کا کفارا کرا دیتا ہے اس پیشوا کو بھائیوں نے یہ معاوضہ ملتا ہے کہ سب ملکے اُسکی دُنیاوی ضرورتوں کے متکفل ہوتے ہیں۔ اسکے گلے چراتے ہیں اور اسکے بال بچوں کی خبر گیری کرتے ہیں۔

یزیدی لوگ مختلف ذاتوں میں بٹے ہوئے ہیں جنمیں باہم شادی بیاہ بھی نہیں ہوتا اور ہمیشہ ایک دوسرے سے علیحدہ اور ناآشنا رہتے ہیں۔ ان کا مقتدائے اعظم جو شیخ ناظر ایک قسم کے درویش صفت پیر ہوتے ہیں اور کشف و کرامات کے علاوہ بڑے صاحب تصرف خیال کیے جاتے ہیں اور یزیدی ہی نہیں مسلمان زن و مرد بھی بعض بیماریوں کیلیے انکی طرف رجوع کرتے ہیں۔

ان کا طریقۂ علاج بھی عجیب و غریب ہوتا ہے ایک یزیدی عورت جو کسی مسلمان شخص سے نکاح کر کے اسکے گھر پڑ گئی تھی بیمار ہوئی ملاؤں نے دعا تعویذ کیا حکیموں نے دوا کی ایک فرانسیسی ڈاکٹر صاحب نے بھی علاج کیا مگر سب تدبیریں بے سود ہوئیں تو یزیدیوں کے شیخ ناظر کی طرف توجہ کی۔ انھوں نے اس عورت کے شوہر سے ایک بکرا ذبح کرایا اُسکا خون عورت کی پیشانی پر چھڑکا۔ پھر شیخ عادی کے مزار کی مٹی پانی میں گندھوائی اور اسکے سینے پر موٹا موٹا لیپ کیا اسکی بائیں کلائی

میں ایک ڈورا باندھا اور سات دن تک اُسے تنہا ایک مکان میں رکھا اور اس مدت میں اُسے کھانیکو صرف ایک خاص قسم کی روٹی دی جسے شیخ ناظر خود اپنے ہاتھ سے پکاتا تھا غرض اس تدبیر سے وہ عورت بالکل اچھی ہوگئی مسلمانوں کو اسپر حیرت ہوئی تو اپنے ایک مشیخت مآب بزرگ سے اسکا سبب پوچھا انہوں نے فرمایا تو یہ کون تعجب کی بات ہو کہ کوئی ناپاک شخص کسی ناپاک روح کو بھگائے

بظاہر یزیدیوں کے پاس کوئی مذہبی کتاب نہیں ہے اور معرفت کی نظمیں جنہیں وہ عبادت کے وقت گایا کرتے ہیں خاندان میں نسلاً بعد نسلاً ایک کو دوسرے سے ملتی چلی آتی ہیں مسلمان علما انکی نسبت نہایت سخت فتوے دیتے ہیں اور باوجودیکہ حکومت مسلمانوں کی ہے مگر علما کی یہ حالت ہے کہ استمالت اور موعظہ حسنہ سے کام لینے اور سمجھا بجھا کے حق کی طرف مائل کرنے کے عوض خود بھی انکے ساتھ زیادہ تعصب کرتے ہیں اور انہیں بھی زیادہ متعصب بنا دیتے ہیں فی الحال مشنری پادریوں نے ان لوگوں سے مِل جُل کے بہت کچھ انکی وحشت مٹا دی ہے اور انہیں اپنے ڈھرے پر لگانا شروع کر دیا ہے۔ مگر مسلمان بزرگان دین اُسی طرح کفر و الحاد اور واجب القتل ٹھہرانے کے فتوے دیرہے ہیں ان باتوں نے ایسی نفرت پیدا کر دی ہے کہ بعض اوقات سخت افسوسناک واقعات ظاہر ہو جاتے ہیں۔

قصبہ تلبی کے ایک عالم ملا محمد کا واقعہ ہے کہ کتابوں کی ایک گٹھری پیٹھ پر لادے اور ڈھال تلوار لگائے ہوئے تن تنہا گھر سے چلے کہ شہر بازید میں جاکے لوگوں کو دین کی تعلیم و تلقین کریں وادی اباغہ سے پار ہو رہے تھے اور چند پہاڑیوں کے پاس تھے کہ ناگہاں آٹھ یزیدی ڈاکو سوار آپڑے جو راہگیروں کی تاک میں لگے ہوئے تھے۔ انہوں نے آتے ہی ملا صاحب کو پکڑا باندھا جو کچھ پاس تھا چھین لیا اور انہیں چٹانوں کی آڑ میں جہاں وہ لوگ چھپ کے بیٹھا کرتے تھے پکڑ لیگئے تاکہ مار ڈالیں انہیں ایک یزیدی پیر بھی تھا جس نے تلوار کھینچ لی اور اُسے ملا محمد کے سر کی طرف جھکا کے کہا اب محمد (صلعم) کا دین چھوڑ کے یزیدی بنو نہیں تو جان جاتی ہے ملا محمد نے کہنا شروع کیا کہ خداوندا مجھے بیدینی سے بچا۔ اے شخص مارتا ہے تو مار ڈال میں سمجھونگا کہ خدا کی یہی مرضی تھی اور اُسکی خوشی پر راضی رہونگا۔

تب یزیدی پیر بولا "اچھا اگر تیرا دین سچا ہے تو اپنے محمد (صلعم) کو پکار کہ تجھے آکے بچالیں ملا محمد نے کہا محمد صلعم کو کیا خبر کہ میں کس حال میں گرفتار ہوں۔

یزیدی پیر تو اپنے محمد کو پکار شاید وہ آکے تجھے میرے ہاتھ سے بچائیں اصل یہ ہے کہ یہ

سپہ دین یزیدی ملا محمد کو صرف چڑھاتا تھا تاکہ انکے سامنے انکے دین کی تحقیر کرے۔ چنانچہ کہنے لگا قبل اسکے کہ میں تیری جان لوں تو تین بار گلا پھاڑ پھاڑ کے اپنے محمد صلعم کو پکار۔ ملا محمد سے انکار کرتے نہ بنی آخر بیچارے نے حسرت کے ساتھ تین دفعہ چلا کے کہا یا محمد! یا محمد! یا محمد!

خدا کی قدرت: اتفاقاً اس وقت حیدرانی قبیلہ کا ایک شخص جس کا نام محمد تھا دس ماتحت سواروں کے ساتھ ادھر سے گذر رہا تھا۔ اس نے جو یہ آواز سنی تو اپنے ہمراہیوں کو لیکے اس آواز کی طرف لپکا اور ایک ہی چٹان سے گذرنے کے بعد عین اس مقام پر جا پہونچا جہاں آٹھوں یزیدی ملا محمد پر ظلم کر رہے تھے انکی صورت دیکھتے ہی یزیدی بھاگ کھڑے ہوئے حیدرانیوں نے تعاقب کر کے چار کو گرفتار کر کے مار ڈالا اور چار بھاگ گئے اسکے بعد انہوں نے آکے ملا محمد کے ہاتھ پاؤں کھولے۔ اور ان کا حال پوچھا۔ انہوں نے یہ کیفیت بیان کی تو سب پر ایک حیرت طاری ہوگئی۔ اور ہر شخص کو یقین آگیا کہ خدا ہی نے اپنے حبیب رسول خدا صلعم کی طرف سے بیکس و بے انیس ملا صاحب کی مدد کی۔ حیدرانیوں نے ملا صاحب کو اپنے پاس سے ایک گھوڑا دیا جس پر سوار ہو کے وہ بخیریت بایزید میں پہونچے اور اپنی عبرتناک سرگذشت ایک ایک سے بیان کرنے لگے۔

باوجود اس نفرت و عداوت کے یزیدی لوگ اپنے تمام کاروبار ہجری سنہ اور مہینوں کے حساب سے کرتے ہیں۔ سال نو کی عید انکے یہاں ہمیشہ بدھ کے دن ہوا کرتی ہے جو دن کہ انکا مذہبی جمعہ خیال کیا جاتا ہے اگرچہ مسلمانوں کے دکھانے کیلئے وہ عموماً خاص جمعہ کے دن بھی جمعہ منا لیا کرتے ہیں اور یہی خیال روزوں کا ہے کہ اگرچہ روزہ رکھنا انکے اصول کے بالکل خلاف ہے لیکن آخر سال پر تین روزے مسلمانوں کے خوش کرنے کیلئے ضرور رکھ لیا کرتے ہیں

اب ہمیں مختصراً یہ بھی بتا دینا چاہیئے کہ شیخ عادی کا مزار کہاں۔ کیسا اور کس وضع و شان کا ہے یہ مزار مقام ربان ہرمزد سے تقریباً ۲۰ میل کے فاصلے پر جنوب مشرق جانب ہے اور اسکے بیرونی احاطے کی دیوار پر مختلف علامات کندہ ہیں۔ مثلاً حضرت سلیمان کی انگوٹھی بنی ہے گلاب کے پھول۔ آنکڑے۔ کلہاڑیاں۔ دست پھیلے ترسول۔ شیر۔ سانپ۔ اور طرح طرح کے جانور بھی کندہ ہیں۔ خاص مزار کی چھت کے نیچے ہو کے ایک نہر بھی ہے دو حوض ہیں ایک صحن میں اور دوسرا خاص مزار کے اندر ان دونوں میں پانی اسی نہر سے پہونچتا ہے۔ اندر والے حوض کے چاروں کونوں پر ان لوگوں کے بیٹھنے کے لئے جو یہاں نہانے کو آتے ہیں جگہیں بنی ہیں

مزار میں تین گنبد ہیں جن میں سے ایک تو شیخ عادی کا بتایا جاتا ہے اور دو اور یزیدی دیوں کے مرقد ہیں۔ تینوں گنبد گول نہیں بلکہ ہندوؤں کے شوالوں کی طرح لمبے نوکدار اوپر تک چلے گئے ہیں اصلی مزار سے متصل ایک اور گنبد ہے جس میں سے مٹی کھود کھود کے گولیاں بنائی جاتی ہیں انہیں زائر تبرک کی طرح لیجاتے ہیں اور معتقدین انسے تعویزوں اور دواؤں کا کام لیتے ہیں

شیخ عادی کے مزار کے مجاور اور خادم مرد بھی ہیں اور عورتیں بھی ہیں مجاور عورتوں کا لباس یہ ہے کہ سفید اونی کرتا پائجامہ اور سر پر سفید عمامہ۔ زائرین سال میں دو بار زیارت کو آتے ہیں جب کہ مزار کے چاروں طرف ایک میلہ لگ جاتا ہے کنجوں اور سایہ دار مقاموں میں ٹھہرتے ہیں اور بڑے جوش و خروش اور خوشی کے چہچہوں کے ساتھ مراسم زیارت بجالاتے جاتے ہیں خصوصاً عورتوں کا لباس نہایت ہی بھڑکیلا اور دلفریب ہوتا ہے گلے اور سر پر سکوں کے ہار ہوتے ہیں۔ کلائیوں میں نقرہ پہونچیاں ہوتی ہیں اور اس دلفریب وضع کے ساتھ سر پر گل انار رنگ میں رنگے ہوئے پر یا گلاب اور گل داؤدی کے پھولوں کے گلدستے پگڑیوں میں لگا کے باہر آتی ہیں۔ مردوں کے ساتھ حلقہ باندھ کے خوبصورتی سے کھڑی ہوتی اور ناچتی ہیں بعض اوقات ان ناچنے والیوں کا شمار دو دو سو تک پہنچ جاتا ہے نوخیز لڑکیاں اپنی زیارت کا زمانہ زیادہ تر اپنے حسن کے قدردانوں کے ساتھ ناچنے ہی میں صرف کرتی ہیں۔

اسی مزار پر منحصر نہیں۔ یزیدیوں کے ہر گاؤں میں دو ایک شخص یعنی مزار ضرور موجود ہیں اور انکی عمارت عموماً اسی قطع کی ہوتی ہے کہ ایک مربع مکان دروازہ پست اور بلند نوکیلی چھتیں۔

یزیدیوں کے علاوہ کردوں میں ایک اور مبتدع اور خارج از دین فرقہ ہے جو لوگ کہ قزل باخ کہلاتے ہیں یہ لوگ ایران کے علی الہیوں کی طرح حضرت علیؑ کو سب سے اول اور سب سے زیادہ محترم مظہر ربانی مانتے ہیں۔ اور آپکا رتبہ جناب رسالت مآب صلعم سے بھی بڑھا دیتے ہیں ایک تیسرا مذہبی فرقہ اور ہے جو ملبیقی کے لقب سے مشہور ہے اور یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ حضرت علی صورت انسانی میں خدا کا سب سے آخری مظہر ہیں مسلمانوں میں اکثر صوفی مشرف لوگوں کا خیال ہے کہ تمام انبیائے عظام جو تخلیق عالم سے اسوقت تک گذرے یعنی حضرت آدم۔ ابراہیم۔ موسیٰ الیاس مسیح اور محمد علیہم السلام سب روح ربانی کے مظہر تھے اور ان سب میں افضل حضرت رسول آخرالزمان صلوات اللہ وسلامہ علیہ ہیں لیکن ملبیقی لوگ حضرت سرور کائنات کی طرف سے بالکل بے پروا ہیں گویا آپکو جانتے ہی نہیں انکا مقولہ ہے کہ خدا نے اپنے آپکو ہزار ہا طرح سو

سے ظاہر کیا اور بہت سے لوگ شبہ میں پڑے ہوئے ہیں اگر وہ خود کو ایک ہی طریقہ سے ظاہر کرتا تو بہتوں کو یقین آجاتا یہ بلیقی کرد دعوی کرتے ہیں کہ وہ قدیم شہنشاہ نینوا اسناچرب کے بیٹے شاریزر کی اولاد سے ہیں جو اپنے باپ کو دارالسلطنت نینوا میں قتل کر کے علاقہ ساسون میں بھاگ گیا تھا۔ جہاں یہ لوگ آجتک آباد ہیں۔

# ترکان آل عثمان

اکثر ہم مملکت عثمانیہ کی کئی قوموں کے حالات لکھ چکے ہیں۔ اور ابھی متعدد قوموں کا حال لکھنا باقی ہے لیکن دیگر ماتحت قوموں کے حالات لکھنے سے پہلے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ خود قوم ترک کے حالات بیان کر دیئے جائیں۔ اسوقت ہمیں اس حامی اسلام زبردست قوم کی تاریخ سے علاقہ نہیں۔ کیونکہ ہم زیادہ تر انکی اخلاقی کیفیت اور انکی معاشرت دکھانا چاہتے ہیں ترک لوگ ایشائے کوچک یوروپین قلمرو عثمانیہ اور مصر و شام وغیرہ ممالک اسلام میں ایک حکمران قوم کی حیثیت سے آباد ہیں اصلی وطن وسط ایشیا کا ترکستان تھا مگر اب اُسے چھوٹے اتنی صدیاں گذر گئیں کہ اپنے آبائی وطن والونکے اخلاق و عادات سے انہیں کوئی تعلق باقی نہیں رہا ترکوں میں دوسری قوموں اور خاصتہً گرجستانیوں کا خون بہت مل گیا ہے کیونکہ مدت دراز سے انکی حرموں میں غیر اقوام کی لڑکیاں لونڈیوں کی حیثیت سے داخل ہوتی رہی ہیں اور انکے داخل ہونے کا سلسلہ آجتک جاری ہے اور اسی وجہ سے مناسب ہوگا کہ انکی معاشرت کے حالات بیان کرنے سے پہلے اس غلامی و کنیزی کا تذکرہ کیا جائے اور یہ بھی بتا دیں گرج لوگ کون ہیں اور کہاں آباد ہیں اور انکی لڑکیاں ترکوں کے پاس کیونکر آتی رہیں جس کا آجتک سلسلہ برابر جاری ہے۔

جس طرح ہمارے یہاں ہمالیہ کے کوہستان پر نیپال کا ملک واقع ہے اسی طرح کوہ قاف کے نشیب و فراز میں اور اس کی گھاٹیوں اور وادیوں کے اندر گرج اور چرکس لوگوں کا ملک پھیلا ہوا ہے جسے ترک گرجستان اور انگریز سرکیشیا کہتے ہیں یہاں کی عورتوں کا حسن جمال مشہور ہے ہر قوم کے سیاہ ان نازک بدن نازآفرینوں کی دلربا صورتیں دیکھ کے حیرت زدہ ہو گئے اور ابن بطوطہ کا سا عہد قدیم کا سیاح بھی بے اختیار درود پڑھنے لگا لیکن اس امر سے لوگ کم واقف ہونگے کہ جیسی گرجستان کی نازنین مہ طلعتیں حسین و جادو نگاہ اور دلربا ہیں

ویسے ہی وہاں کے مرد شجاع اور اول درجے کے بہادر ہیں کبھی یہ ملک اسلامی حکومت میں تھا مگر اب ایک مدت دراز سے روسیوں کے قبضے میں ہے مدت ہائے دراز کے کشت و خون کے بعد ان لوگوں کے سردار شیخ شامل کو روسیوں نے ۱۸۶۴ء میں اسیر کرلیا اور ساری قوم کی قسمت کے مالک ہوگئے۔ مگر پھر بھی ان لوگوں نے ہمت نہ ہاری۔ اور کسی طرح اطاعت نہ قبول کرتے تھے۔ آخر روسیوں نے صدہا قسم کے مظالم کئے اور ۱۸۶۶ء میں لاکھوں گرجستانیوں کو خانماں برباد کرکے اپنی قلمرو سے نکال دیا۔ دولت عثمانیہ ایسے بے خانماں لوگوں کو عام اس سے کہ کسی ملک اور کسی ملت کے ہوں ہمیشہ محبت و شفقت کے ساتھ اپنے آغوش میں جگہ دیتی رہی ہے چنانچہ اس ملک کے تین لاکھ اور بعض کے نزدیک چھ لاکھ جلا وطنوں کو بھی اس نے اپنی قلمرو میں آباد کرلیا۔ جو آج دولت عثمانیہ کے صوبوں میں کثرت سے پھیلے ہوئے ہیں بے ضابطہ فوج کی حیثیت سے اکثر بڑی بڑی مہموں میں ترکوں کے کام آئے ہیں اور نازک موقعوں پر سلطنت کے سینہ سپر ہوئے ہیں۔

لیکن ان لوگوں کے آکے بسنے سے پیشتر بھی اس قوم کو ترکوں کے ساتھ خاص قسم کا اُنس تھا۔ خدا جانے کتنی صدیاں گذر گئیں کہ بردہ فروش تاجروں نے اس قوم کی حور وش پری جمالوں اور ان کوہ قاف کی پریوں کو امرائے ترک اور خاصۃً سلاطین آل عثمان کی حرم سراؤں میں بھرنا شروع کیا۔ ابتداءً یہ تجارت یقیناً ظالمانہ حیثیت سے شروع ہوئی ہوگی مگر ترکوں نے ان لونڈیوں کے ساتھ جس قسم کا برتاؤ کیا وہ ایسا اچھا تھا کہ اسیر شدہ لونڈیاں اس اسیری و جلا وطنی کو اپنی خوش اقبالی تصور کرنے لگیں۔ اور جب سرکیشیا والوں کو نظر آیا کہ ہماری لڑکیاں سلاطین کی مائیں اور بیبیاں ہوتی ہیں۔ وہ کوہستانی ذلیل زندگی سے نکل کے شہنشاہ بیگم اور والدہ سلطانہ بن جاتی ہیں۔ اور جو جاتی ہے ناز و نعمت میں پلتی اور عیش و عشرت کی زندگی بسر کرتی ہے تو وہ بجائے اسکے کہ ترکوں کے ظلم کی شکایت کریں انہیں اپنا مربی سمجھنے لگے اس خیال نے آخر کار خود گرجستان میں یہ حالت کردی کہ ہر لڑکی اس بات کی انیسویں صدی عیسوی کے آخر میں غیر ممالک کے جو لوگ جلا وطن ہوکے ترکوں کے دامن عاطفت میں چھپے بے شمار ہیں جنمیں زیادہ ممتاز یہ لوگ ہیں۔ ایرانی شاہزادہ قلی مرزا ظل شامی سردار امیر بشیر اور اسکے رفقا الجیریا کا فرماں روا عبد القادر صدہا پولینڈ اور ہنگاریہ کے مظلوم جنکا شمار نہیں ہوسکتا یہ سلسلہ آج تک جاری ہے اور ہر ہفتہ کسی نئی جلا وطن جماعت کے آنیکی خبر آیا کرتی ہے۔

آرزومند بن گئی کہ کوئی اُسے زبردستی پکڑ کے قسطنطنیہ میں لیجائے ماں باپ خود ہی رضامندی سے اپنی بیٹیوں کو بیچنے لگے۔ اور مائیں جب اپنی ننھی بچیوں کو کھلائیں تو یہ دعائیں دیتی جاتیں کہ تو فلاں بادشاہ کی حرم بنے اور تو سلطان کی حرم سرا میں جاکے انکے جان و مال کی مالک ہو۔

غرض اس چیز نے صدیوں سے یہ حالت کردی ہے کہ گرجنیں ترکوں کی حرم سراؤں میں آتی اور چند روز میں ترکی مذاق و عادات کے سانچے میں ڈھل جاتی ہیں لیکن یہ عورتیں جنکے آنے کا سلسلہ مدت ہائے دراز سے جاری ہے انکا تذکرہ خاص ترکی خاتونوں کے بیان میں زیادہ موزوں ہوگا۔ اسوقت ہم صرف اُن گرجستانیوں کا حال بیان کرتے ہیں جو ظالم سلطنت روس کے جلاوطن کرنے کے بعد ۱۸۶۶ء میں آکے ترکوں کی قلمرو میں آباد ہوئے اور یہاں آکے ایسی خاطر و مدارات دیکھی اور ایسا آرام پایا کہ اُسوقت سے برابر خود ہی گھر بار چھوڑ چھوڑ کے آتے اور سلطان المعظم کے خوان نعمت سے شرفیاب ہوتے ہیں یہ لوگ جب پہلے پہل آئے ہیں تو چونکہ کسی کو انکے آنے کی اطلاع نہ تھی اور نہ انکے ٹھہرانے کا دولت عثمانیہ کی طرف سے کوئی خاص انتظام کیا گیا تھا۔ اسلئے بیچاروں کو بڑی سخت مصیبت کا سامنا کرنا پڑا اِدھر اُدھر مارے مارے پھرے اور آخر مملکت ترک کے مختلف اضلاع میں پھیل کے منتشر ہوگئے اور انکا ایک بڑا گروہ جاکے بلغاریہ میں آباد ہوگیا جو اُن دنوں ایک ترکی صوبہ تھا۔

دولت عثمانیہ کی طرف سے انکی بود و باش کا جو انتظام کیا گیا وہ ان لوگوں کے مذاق کے موافق نہ تھا۔ کیونکہ یہ لوگ اس بات کے عادی تھے کہ خاص اُنکے امیر و سردار کے ذریعہ سے ان پر حکومت کی جائے اور یہاں عام رعایا کی طرح اُنمیں کا ہر شخص براہ راست قوانین سلطنت کی پیروی کا ذمہ وار کیا گیا اور انکے لئے خاص قسم کے قوانین جاری کردیئے گئے تاکہ امن و امان کی زندگی بسر کریں اسکے ساتھ ہی سلطنت عثمانیہ نے یہ کیا کہ ہزارہا گرجستانی غلام جو ترکوں کے قبضے میں تھے آزاد کردیئے گئے جو اپنے تازہ وارد ہموطنوں میں مل جل گئے اور انھیں بھی اپنے تمدن کا عادی بنانا شروع کیا۔

منجملہ دیگر قوانین کے ایک یہ قانون بھی جاری کیا گیا کہ گرجستانی لوگ چونکہ اب مسلمان رعایائے دولت عثمانیہ ہیں لہذا آئندہ سے انکی بیٹیوں کی بیع و شرئ ناجائز ہے وہ لونڈی بنانے کیلئے ہرگز نہ خریدی جائیں اس قانون کے جاری ہونیکے بعد گرجستانیوں کی بعض

لڑکیاں کہیں بھی تو محض اس لئے کہ قانون سے ایک ناجائز فائدہ اٹھالیا جائے یعنی اکثر ایسی صورتیں پیش آئیں کہ کسی بھائی نے اپنی بہن کو لاکے کسی مسلمان ترک کے ہاتھ بیچ ڈالا قیمت کی رقم ادا ہوتے ہی باپ نے عدالت میں دعویٰ دائر کردیا کہ میری بیٹی بیچ ڈالی گئی عدالت نے اس بیع کو کالعدم کردیا۔ لڑکی اگر مالکوں سے راضی ہوتی تو بھی کشاں کشاں اپنے گھر لائی گئی اور خریدار کو نقصان اٹھانا پڑا۔ کیونکہ اُسکے بھائی بہن کے پاس کیا رکھا تھا جوان سے روپیہ وصول کیا جاتا۔

لیکن یہ تبیر یہ آزادی عورتوں اور خاصتہً لڑکیوں کی آرزوؤں کے بالکل خلاف تھی بیع و شری کے جاری کی حالت میں انہیں امید تھی کہ لونڈی بنکے جائیں گی تو ممکن ہے کہ اگر حرم سرائے سلطانی نہیں تو کسی ادرٹرکی پاشا کے محل میں داخل ہوکے صاحب دولت و منزلت بن جائیں گی۔ جو امیدیں کہ اب بالکل خاک میں مل گئیں۔ بہر تقدیر گرجستان والوں کو مملکت عثمانیہ میں آکے آباد ہونے سے اپنے خیال میں کوئی بڑا فائدہ نہیں ہوا بردوں کو اپنے بیخ کی ماتحتی کے خلاف قانون کے شکنجے میں جکڑنا پڑا۔ اور عورتوں کو خاص ترکوں کے گھر میں آکے اُن اگلی ترقی و سرسبزی کی امیدوں سے دست بردار ہو جانا پڑا۔

یہ چرکس لوگ بھی دو قسم کے ہیں ایک تو خود صاحبان قبیلہ اور ذات والے اور دوسرے انکے خاندانی غلام اور وابستگان دامن۔ اور ان دونوں گروہوں کا امتیاز نہ کرنے کی وجہ سے اکثر مشرقی سیاحوں نے ان لوگوں اور خاصتہً انکی عورتوں کی نسبت ایسے ایسے واقعات بیان کردیئے ہیں جو ایک دوسرے کے مخالف ہیں۔

اہل قبیلہ یا ذات والے وہ چرکس ہیں جنکی نسبت صحیح طور پر شریف یا رئیس کا لفظ استعمال کیا جا سکتا ہے۔ اپنی نسل کے مدت دراز سے خالص و بے داغ چلے آنے پر انہیں فخر و ناز ہے۔ ان کے نزدیک ریاست و امارت صرف خاندان کے اچھے ہونے کا نام ہے برخلاف ترکوں کے یہ لوگ معزز عہدے یا ذاتی حیثیت کی کچھ تلاش نہیں کرتے یہ معزز طبقے کے چرکس مجموعی طور پر کشیدہ قامت نازک اندام اور حرکات و سکنات کے لحاظ سے پھرتیلے اور زندہ دل ہوتے ہیں انکی رنگت گوری ہے آنکھیں سیاہ یا شربتی یا نیلگوں ہوتی ہیں بال سیاہ یا عقیق کے رنگ کے ہوتے ہیں اور بالوں میں ہلکا ہلکا بھوراپن ہوتا ہی چھوٹے چھوٹے نازک ہاتھ پاؤں بھی اس قوم کے خصائص میں شمار کئے جاتے ہیں اور جن سے یہ قیاس کیا

جاتا ہے کہ انہوں نے اپنے آپکو کبھی جسمانی محنت و مشقت کا عادی نہیں بنایا۔ ان کا بے انتہا
نازک اندام ہونا اور انکے حرکات و سکنات کا پھرتیلا پن یقیناً اس بات کا نتیجہ ہے کہ وہ
غذا میں بہت زیادہ اعتدال قائم رکھتے ہیں ان کی عام غذا اکثر یہ رہتی ہے کہ جوار یا باجرے
کو بکری کی چربی میں ابال کے کھاتے ہیں۔

دوسری بامحنت اور غلام قوم جو اُن کے مقابل ذلیل معلوم ہوتی ہے انکے خط و خال
ادنے قسم کے ہیں۔ اور ثبوت دے رہے ہیں کہ بیشک یہ ایک ایسی قوم ہے جسے معزز قوم
چرکس نے مغلوب کرکے اپنی غلامی میں لے لیا اور جو شب و روز محنت و مشقت کی زندگی
بسر کرتی تھی انکے چہرے غیر موزوں طور پر بھدے اور پتلے ہیں اور انکی رنگت پژمردہ اور ماند ہے
گرجستانیوں کی اصل شوق کی چیز ان کا لباس اور زیور ہے اور مردوں میں اسلحہ کا بھی بڑا شوق
ہے۔ اسی شوق میں وہ اپنی جمع جتھا صرف کیا کرتے ہیں۔ عورتوں کا لباس ایک گون
ہے جو عموماً سرخ ہوا کرتی ہے اور اگر استطاعت تو سونے کے تاروں سے بیل بوٹے
بھی کڑھوالئے جاتے ہیں۔ اس گون کے علاوہ وہ عموماً ایک ڈھیلا ڈھالا آستینوں دار
کرتا پہنتی ہیں جس کے اوپر ایک چمڑے کا شلوکہ بھی پہن لیا جاتا ہے۔ گرجنین جب خود
اپنے خاندان والوں میں ہوتی ہیں تو برقع و نقاب کی ضرورت نہیں سمجھتیں اور اپنی معاشرت
میں خاتونان ترک کے بہت سے آداب اطوار کا لحاظ نہیں کرتیں۔

تمام بچے اہل مشرق کی طرح گرجستانی لوگ بھی انتہا درجے کے مہمان نواز ہیں کوئی راہ چلتا
شخص انکا مہمان ہو تو چاہے ملاقاتی ہو یا اجنبی وہ بے تکلف گھر کا بہترین کھانا اُس کے
سامنے لاکے پیش کردیتے ہیں اور دولت عثمانیہ کے یوروپین علاقے میں پہنچنے کے چند
ہی روز بعد انکی یہ وضع تھی کہ انکے پڑاؤ میں جاکے ملیئے تو مہمان کے سامنے بے انتہا عنایات
پیش کئے جاتے کہ کیا کہیں معمولی قسم کا سامان راحت اور کھانا بھی یہاں میسر نہیں۔

تعلیمی حیثیت سے دیکھئے تو تاتاریوں جیسی لوگوں اور دولت عثمانیہ کی دیگر خانہ بدوش
قوموں کی طرح گرجستانی بھی جاہل اور امی ہیں تاہم ان کی زندگی اپنی وطنی سرزمین میں گھر
گرہستی کے کاموں کے علاوہ مویشیوں کے گلوں اور دودھ دہی اور پنیر وغیرہ کی تیاری میں
صرف ہوتی ہے اسلحہ سازی اور گلوں کی خبرگیری ان لوگوں میں خاص مردوں کے مشاغل ہیں
لہذا گرجستانی آزاد لڑکی جب تک کسی شوہر کی جان و مال کی مالک نہ بنے گھر میں پڑے پڑے

اپنی ان ہم وطن وہم قوم لڑکیوں کی قسمت کو حسد کی نگاہ سے دیکھتی ہے جنہیں کبھی کبھی اپنے علاقہ میں اس آن بان سے گذرتے دیکھتی ہے کہ کسی معزز ترک کی گاڑی میں سوار ہیں اور لونڈی غلاموں اور خدمتگاروں پر حکومت کر رہی ہیں۔

جب کسی گرجستانی شخص کی اتنی حیثیت ہوتی ہے کہ وہ ایک بی بی رکھ سکے تو وہ اپنے مذاق کی کوئی دوشیزہ ڈھونڈ نکالتا ہے پھر اُس کے باپ یا کسی قریب تر عزیز مرد سے عقد کی سلسلہ جنبانی کرتا ہے اور اُسکی قیمت پوچھتا ہے اس لئے کہ اینں عقد نکاح بیع ہی کے طریقہ سے ہوتا ہے۔ اس رقم کی نسبت کہا جا سکتا ہے کہ یہ قیمت نہیں مہر ہے مگر دشواری یہ ہے کہ اس روپیہ کو لڑکی نہیں پاتی بلکہ اس کے ماں باپ وصول کر کے اپنے تصرف میں لاتے ہیں۔ خیر تو جب رقم مشخص ہو گئی اور ادا بھی کر دی گئی تو رسم کے طریقے سے ضرور ہے کہ مرد موقع پا کے اپنی دُلہن کو بھگا لیجاوے اس لئے کہ ان لوگوں میں دلہن کے لیجانے کا یہی مہذب اور شریفانہ طریقہ ہے۔ عورتیں بجائے نادم ہونے کے اس رسم پر فخر و ناز کرتی ہیں اور اُسے اپنا سرمایہ عزت باور کرتی ہیں ~~اور اُسے اپنا سرمایہ عزت باور کرتی ہیں~~ جس وضع سے کہ لڑکی نے آجتک اپنے باپ بھائی کے گھر میں زندگی بسر کی تھی اب شادی ہونے کے بعد بمقابل اُس حالت کے اُسکی حیثیت زیادہ معزز ہو جاتی ہے۔ اسی لئے معمول ہو گیا ہے کہ جب کوئی شخص کسی لڑکی سے شادی کی خواہش کرتا اور اسکی قیمت ادا کرنے پر آمادہ ہو جاتا ہے تو لڑکی نہایت خوش ہو کے اپنے اوپر ناز کرنے لگتی ہے۔

گرجستان والے سترہویں صدی عیسوی تک مشرک و بت پرست تھے مگر دو سو برس کا زمانہ ہوا کہ ایک پُرجوش مسلمان درویش نے جنکا اسم گرامی منصور تھا تبلیغ دین محمدی کر کے اُنہیں مسلمان کر لیا اور چونکہ ان میں اسلام فقیروں کے فیض و برکت سے پہونچا لہذا ان میں ویسی ہی روایتیں بھی مشہور ہو گئیں جنکو درویشوں کے صاحب تصرف ہونے سے تعلق ہے علی وحشی کے ملک میں ایک کسان کے پہونچنے کی داستان جسے ہم فدا آگے چل کر بیان کرینگے ان کہانیوں کا ایک مکمل نمونہ ہے ان کے رسم و رواج سے بعض پُرانی اور قدیم مذہب کی باتوں کا بھی پتہ چلتا ہے۔ جو اگلی بت پرستی کی یادگاریں ہیں اور امید ہے کہ چندروز میں بالکل مٹ جائیں گی۔

ان میں سے جو لوگ ملکت عثمانیہ میں آکے بس گئے ہیں ان میں باوجود ممانعت اور نگرانی

کے بیٹیوں کے بیچ ڈالنے کا رواج موجود ہے اور بردہ فروش جو اس کے موقع ڈھونڈتے رہا کرتے ہیں ان کے ہاتھ کہتے ہیں کہ ہر سال صدہا لڑکیاں بک جاتی ہیں۔

علی وحشی کی داستان جسے بعض یوروپین سیاحوں نے ان لوگوں کی جانب منسوب کیا ہے وہ شاید کسی جاہل جرکس کی قابل مضحکہ روایت ہوگی ورنہ ایسی باتیں کسی مسلمان کی زبان سے نہیں نکل سکتیں۔ اصل یہ ہے کہ ایسی باتیں مشنریوں سے عام سیاحوں تک پہونچتی ہیں اور وہ انہیں صحیح سمجھ کے بے سوچے سمجھے لکھ جاتے ہیں ایک پادری صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ ایک انگریز سیاح سے جہاز پر ایک وہابی سے ملاقات ہوئی جس نے بیان کیا کہ ہمارے اعتقاد میں سب سے بڑا گناہ شرک ہے اور اسکے بعد تمباکو پینا۔ سیاح صاحب نے پوچھا آخر قتل۔ زنا۔ اور جھوٹی گواہی دینا بھی تو گناہ ہیں اس نے کہا اجی ان سب کو خدا معاف کرنیوالا ہے۔ اسی طرح گرجستان کے مسلمانوں کی جانب علی وحشی کی کہانی منسوب کی گئی ہے جس کا ماحصل یہ ہے کہ کسی دیندار شخص کو دن بھر کی محنت مزدوری کا معاوضہ ایک پیسہ سے بھی کم ملا کرتا تھا ایک دن حضرت موسیٰ نے اسپر ترس کھا کے کہا خدا سے دعا کر اس نے کہا خدا تو بڑوں بڑوں کی سنتا ہے میری کیوں سننے لگا حضرت موسیٰ نے یہ واقعہ بارگاہ ربانی میں حاضر ہو کے عرض کیا اور سفارش کی خدا نے کہا اسکی تقدیر میں اس سے زیادہ نہیں۔ اور نوشتہ تقدیر بدل نہیں سکتا۔ حضرت موسیٰ نے اس سے آکے خدا کا یہ جواب بیان کیا تو اس نے برہمی کے ساتھ کہا میں خدا کے ملک ہی میں نہ رہوں گا۔ اور عالم جود کو ے کے چل کھڑا ہوا۔ جہاں جاتا اور دریافت کرتا یہی معلوم ہوتا کہ یہ زمین خدا کی ہے آخر ایک جگہ لوگوں سے سنا کہ یہاں کے دشت و در اور کوہ و بیاباں علی وحشی کے ہیں یہ سنتے ہی اس نے ایک شہر میں رہنے کا ارادہ کر دیا اب رہنے کیلئے جگہ کی تلاش تھی کہ دیکھا کوئی شخص ایک مکان بیچ رہا ہے۔ بڑھ کے کہا میں لونگا مگر ایک رات رہ کے دیکھ لوں گا تب لونگا اس نے کہا اچھا اور یہ میاں بی بی اس مکان میں شب باش ہوئے۔ اسی رات بی بی لڑکا جنی اور اس کے لئے جھولا ڈالنے کی فکر ہوئی دیوار میں کھونٹی گاڑنے کا ارادہ کیا تو ایک پتھر گرا اور اشرفیوں سے بھرا ہوا ایک آہنی گھڑا مل گیا اب کیا تھا منہ مانگی قیمت دیکے مکان لے لیا اور مالدار بن گیا اتفاقاً حضرت موسیٰ کا ادھر گذر ہوا انہوں نے جاکے خدا سے حالت بیان کی۔ خدا نے کہا موسیٰ اسکی تقدیر میں وہی ہے جو پہلے تھا یہ

سب اسکے لڑکے کی تقدیر ہے حضرت موسیٰ نے گو اس راز سے اُسے مطلع کر دیا مگر وہ اسی طرح خدا سے ناراض رہا اور آپکو علی وحشی کا بندہ کہتا رہا۔

ہم گرجستانیوں کا بیان کر چکے جہاں سے لڑکیاں آنکر ترکوں کے ہاتھ فروخت ہوتی ہیں اب ہم اصلی مطلب پر پھر آتے ہیں۔

اس میں شک نہیں کہ جس غلامی کا دولت عثمانیہ کی قلمرو میں فی الحال رواج ہے وہ شریعت اسلامیہ کے موافق نہیں کیونکہ فقہا کے فتووں کے موافق صرف وہی غلام جائز غلام سمجھے جا سکتے ہیں جو جائز ذرائع سے تاجروں کے ہاتھ میں آئے ہوں ان کے حصول میں جور و تشدد اور جبر و ستم کو دخل نہ ہو۔ جو مسلمان ماں باپ کی اولاد نہوں بلکہ اصلی غلام صرف وہ ہیں جو کافر دل پر جہاد کرنے میں اسیر ہو کے اہل اسلام کے قبضہ میں آئے ہوں بخلاف اسکے جو لونڈی غلام دولت عثمانیہ کے ممالک میں لائے جاتے ہیں وہ اکثر قوم چرکس کے ہوتے ہیں اور مسلمان ہوتے ہیں خود شیخ الاسلام کو بھی ان لونڈی غلاموں کے جائز کرنے میں غالباً دشواری پیش آتی ہوگی مگر ترک لوگ اس دشواری کو یوں دور کر دیتے ہیں کہ بردہ فروشوں سے اس قسم کے سوالات ہی نہیں کرتے کہ ان لونڈیوں یا غلاموں کو تم کہاں سے لائے اور کیونکر لائے۔ ان کا مقولہ ہے کہ گناہ انہیں کے سر جائیگا جو اس کے مرتکب ہوئے ہیں ہمیں ان جھگڑوں میں پڑنے کی کیا ضرورت ہے۔

گو دول یورپ کی پیروی میں اب باب عالی نے بھی بردہ فروشی کے بازار قسطنطنیہ میں بند کرا دیئے ہیں۔ اور باضابطہ طریقے پر لونڈی غلاموں کی بیع و شری ناجائز قرار دیدی گئی ہے لیکن اگر لونڈیوں کی بیع و شری کو دیکھا جائے تو ہنوز ملک میں کوئی متمائز فرق نہیں پیدا ہوا ہے اور وجہ یہ کہ لونڈیاں ترکوں کی اخلاقی معاشرت کا ایک زبردست عنصر بنی ہوئی ہیں اگر ان کی فراہمی کا انسداد ہو تو گویا حرم رکھنے ہی کا انسداد ہو جائے اور یہ ایک اتنا بڑا اخلاقی انقلاب ہے جس کے لئے ترک ابھی تیار نہیں ہیں۔ محض حرموں کی وجہ سے لونڈیوں کی مانگ کسی طرح کم ہونے کو نہیں آتی ممانعت کا نتیجہ صرف یہ ہوا ہے کہ بردہ فروشی کی تجارت میں دشواریاں پیدا ہو گئیں۔ اور جو لونڈی غلام فروخت کے لئے لائے جاتے ہیں ان پر زیادہ مظالم ہونے لگے۔

جو تاجر کہ طریقہ سے لونڈی غلاموں کی کھیپیں لاتے ہیں وہ مجبور ہو گئے ہیں کہ اپنے جہاز دل

کو سواحل کے ان راستوں سے بچاتے ہوئے لائیں جن میں جہازوں اور سیاحوں کی زیادہ آمدورفت ہوتی رہتی ہے تاکہ دول یورپ کے گشت کرنے والے جہازوں کی گرفت سے باہر رہیں۔ اور جبتک سفیروں کی آنکھ بچا کے اترنے کا موقع نہ ملے سمندر کے درمیان میں ادہر اُدہر سواحل سے دور ہی منڈلاتے رہیں نتیجہ یہ کہ ان جہازرانوں کی مصیبتیں ایک کی جگہ دس گنی ہو جاتی ہیں۔ گرجستان کی عورتیں جو درحقیقت خود اپنی رضامندی سے آتی ہیں وہ بجائے اسکے کہ اگلے زمانے کی طرح تھوڑی سی زحمتوں کے بعد منزل مقصود کو پہنچ جائیں اب موسم سرما کے عین وسط میں جبکہ روسی قلعہ شکن جہاز واپس بلا لئے جاتے ہیں پر طوفان بحر اسود کے قطع کرنے پر مجبور ہوتی ہیں۔ جن چھوٹے چھوٹے بدنصیب جہازوں پر لد کے یہ روانہ ہوتی ہیں ان میں سے اکثر کا پتہ بھی نہ لگا کہ کیا ہوئے اور کہاں گئے اور جو جانبر ہو کے کنارے سلامت پر پہونچے ان کی سرگذشت نہایت ہی دردناک ہے۔ قطع نظر اس کے لطف یہ ہی بردہ فروش جتنے لونڈی غلام اگلے دنوں افریقہ اور گرجستان سے لاد کے روانہ کیا کرتے تھے اب اس کے چوگنے پنج گنے بھیجتے ہیں تاکہ ایک تعداد کثیر کے راستہ میں ضائع ہو جانے کے بعد بھی لونڈیوں کی مانگ پوری کر سکیں۔ لہذا دول یورپ کی جانب سے انسداد بردہ فروشی کی جو پُر حمیت کوشش کی جاتی ہے اس کا نتیجہ یہی نہیں ہے کہ لونڈی غلاموں کے راستہ میں سخت دشواریاں پیدا ہو گئیں بلکہ یہ بھی ہے کہ جتنے لوگ پہلے لونڈی غلام بنانے کے لئے گرفتار کئے جاتے تھے اب ان سے بدرجہا زیادہ گرفتار کئے جاتے ہیں۔

یہ لونڈی غلام ساحل پر آتے ہی مختلف بردہ فروشوں کے گھروں میں پہونچ جاتے ہیں اور جیسے ہی سفر کی ماندگی اور تکالیف کا اثر زائل ہو کے انکے چہروں پر کلی آتی ہے خواہ محلسرائے سلطانی میں یا دیگر امرا کے گھروں میں داخل ہو جاتے ہیں۔ سلطان کا محل عموماً انہیں عورتوں سے بھرا ہوا ہے جو اصل میں لونڈیاں تھیں اور کہا جاتا ہے اس گئی حالت میں بھی جبکہ سلطان عبدالحمید خاں خلداللہ ملکہ اس سلسلہ کے مٹانے کے درپے ہیں ان کی تعداد ایک ہزار سے زیادہ ہے جس پر ہر سال تازہ وارد پرستاروں کے داخل ہونے سے تھوڑا بہت اضافہ ہی ہوتا رہتا ہے اب ہم عام ترکوں کی معاشرت سے پہلے حرم سرائے سلطانی کی کیفیت بیان کرتے ہیں۔ لیکن محلوں کے اندر جانے سے پہلے بہتر ہوگا کہ سلطانی قصروں اور ایوانوں کی کچھ اجمالی کیفیت بیان

کردی جائے۔

دارالسلطنت اسٹنبول کے پاس اس کے قرب دجوار میں دریائے باسفورس کے کنارے اور نیز ملک کے اندرونی حصہ میں کچھ اوپر بیس شاہنشاہی نزہت گاہیں ہیں جن میں سرائے محل۔ یکلی۔ اور کوشک سب طرح کے مکانات ہیں۔ جدید ایوانوں میں سے تین بہت ہی زیادہ بارونق اور شاندار ہیں۔ ایوان دولمہ باغچہ۔ اور ایوان بیگلربے۔ دولمہ باغچہ جسے سلطان عبد الحمید خاں مرحوم نے تعمیر کرایا تھا دریائے باسفورس کے کنارے قائم ہے اور اپنے مضافات یعنی تھیٹروں پارکوں۔ باورچی خانوں اور اصطبلوں سے مل کے بجائے خود ایک چھوٹا سا شہر ہے جو مع اپنے گرد کے باغوں اور سیر و تفریح کے مقاموں کے تقریباً ایک میل تک باسفورس کے مغربی یعنی یوروپین ساحل پر پھیلتا چلا گیا ہے اس ایوان کے بیرونی حصہ میں مختلف وضع کی عمارتوں کا مجموعہ نظر آتا ہے۔ جو بے انتہا سامان آرائش سے سجا ہوا ہے۔ اس کا عام منظر دلچسپ ہے۔ اور اس کے حوالی کا خوشنما اور دلکش منظر تو ساری دنیا میں لاجواب ہے جس کا اندرونی حصہ اکثر دیگر محلوں کی طرح سنہرے روپہلے سامان آرائش سے جھلک رہا ہے۔ اس کا ہر ہر کمرہ قیمتی جھاڑوں آئینوں چینی کے بے نظیر ظرفوں اور طلائی و نقرہ کار چوبی کام کے سامان سے بھرا ہوا ہے۔ کشادہ باغ اور مرغزار یورپ کے ہوشیار و تجربہ کار استادوں کے اہتمام سے تیار ہوئے اور یوروپین مالیوں ہی کے زیر اہتمام اب بھی ہیں انہیں بڑی بڑی تنخواہیں دی جاتی ہیں۔ یہاں جا کے دیکھئے تو گھنے جنگل والی پہاڑیاں۔ دلکش سبزہ زار۔ میوہ دار درختوں کے جھنڈ مسقف چڑھائیاں۔ باغ جو عمارتوں کی چھتوں پر نصب کئے گئے ہیں۔ نزہت بخش چمن اور ان کے اطراف و جوانب میں خوبصورت نزہت گاہیں۔ فوارے۔ آبشار۔ چڑیا خانے اور رمنہ جن میں طرح طرح کے طیور اور وحشی جانور لا کے جمع کئے گئے ہیں۔ ان کے علاوہ تالاب جن میں سنہری روپہلی مچھلیاں چھوٹی ہوئی ہیں غرض سب ہی طرح کے سامان لطف و تفریح موجود ہیں۔

یکلی سے مراد وہ دلچسپ دیہاتی بنگلے ہیں جو نہایت ہی دلکش منظروں اور نظر فریب سینریوں کے موقعوں پر تعمیر کر دیے گئے ہیں۔ جن میں کبھی کبھی سلطان تھوڑے زمانے کے لئے چلے جاتے ہیں۔ کبھی تو ان میں حضرت سلطان المعظم ہی تنہا تشریف لیجاتے ہیں

اور کبھی کوئی خاتون حرم یا اتبال بھی ساتھ جاتی ہے۔ یہ مقامات معمولاً سنسان اور خاموش نظر آتے ہیں۔ سوا اس کے کہ صرف ایک سنتری پھاٹک پر کھڑا پہرہ دے رہا ہے۔ حرم کے گرد وپیش زیادہ فوجی لوگ بھی نہیں دکھائی دیتے۔ مگر تھوڑے تھوڑے زمانے کے بعد ان میں ایک چہل پہل پیدا ہو جاتی ہے اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا اس نزہت گاہ کے لوگ عرصے کی نیند لیتے لیتے یک بہ یک چونک پڑے۔ کیونکہ ناگاہ اسلحہ کی جھنکار بگلوں کی آواز اور گاڑیوں کی گھڑگھڑاہٹ سنی جاتی ہے۔ اور جیسے ہی بینڈ اپنا نغمہ سنا چکتا ہے شاہنشاہی بجروں کا ایک خوشنما جلوس نمودار ہوتا ہے جنہیں ننگی باہوں والے ایک سو ملاح جو ریشمی کرتیاں پہنے ہوتے ہیں نہایت ہی تیزی سے کھیتے ہوئے کنارے پر آتے ہیں۔ حضرت سلطان المعظم کا جلوہ نظر آتا ہے۔ اور یہ نعرے دشت وجبل میں گونج اٹھتے ہیں کہ پادشاہم چوق یشا؟ ”ہمارے بادشاہ کی عمر دراز ہو۔

عام ترکوں کے مکانوں کی طرح قصر سلطانی بھی تین حصوں پر منقسم ہوتا ہے۔ حرم لیک جس میں خاتوناں پردۂ عصمت رہتی ہیں۔ سلاملک یعنی دیوان خانہ۔ ان دونوں کے درمیان ایک برزخ ہوتا ہے جسے مابین کہتے ہیں۔ ایوان سلطانی کے مابین میں مختلف کمروں کا ایک سلسلہ ہوا کرتا ہے جو شاہنشاہ عالم پناہ کے لئے خلوت کا کام دیتے ہیں حرم لیک یعنی حرم سرا نہایت وسیع ہے اور اس کے اندر رہنے والیوں کی معاشرت تمام شہر کی زنانی معاشرت سے جداگانہ خیال کی جاتی ہے یہاں محل کے اندر ہی اندر ایک ایسی صحبت پیدا ہو گئی ہے جس کے ارکان کا طرز زندگی علیحدہ ہے حتیٰ کہ یہاں کی زبان بھی کچھ اور ہے۔ اس لئے کہ حرم سلطانی کی بیگموں اور عورتوں کا لب ولہجہ ان کے عادات۔ اور ان کا طرز ادا باہر کی دنیا سے بالکل الگ ہے اور یہ ایسے خصائص ہیں جن سے ہر عورت پہچان لی جاتی ہے کہ اسے حرم سرائے سلطانی سے تعلق ہے۔

گو ان عورتوں کی تعداد جو دور دور سے لا کے ایک مکان میں جمع کر دی گئی ہیں بہت زیادہ ہے مگر انتظام ایسا اچھا اور مکمل ہے کہ کبھی ادنے سی بدمزگی یا بدنظمی بھی نہیں پیدا ہونے پاتی اور ہر ایک اپنے رتبے پر قائم اور اپنی مفوضہ خدمت کو بجا لاتی رہتی ہے۔

حرم سلطانی کا انتظام بالکل خاص قسم کا ہے اور اس کے قوانین بھی خاص ہیں جن پر پورا پورا

عمل درآمد ہوا کرتا ہے۔ اس کی معزز طبقہ والیاں اُس کی متوسط درجہ کی خاتونیں اور اُسکی ادنے درجہ کی چھوکریاں سب اپنے اپنے مقام پر امن وامان سے رہا کرتی ہیں اس سارے زنانے دربار کی افسر اعلیٰ والدہ سلطانہ یعنی سلطان المعظم کی والدہ ہوتی ہیں۔ پھر ان کے بعد ولی عہد سلطنت کی ماں کا رتبہ ہے جو باش قادن آفندی کہلاتی ہیں ان کے بعد سلطان المعظم کے دوسرے تیسری اور چوتھی قادن آفندی ہیں۔ یہ سلسلہ شرعی اصول کے مطابق رہتا ہے کیونکہ چار سے زیادہ منکوحہ بیبیاں نہیں ہو سکتیں۔ اور صرف منکوحہ خاتونیں ہی حرم سرائے سلطانی میں قادن آفندی کے لقب سے یاد کی جاتی ہیں۔ اُن کے بعد اُن خاتونوں کا درجہ ہے جو خانم آفندی کہلاتی ہیں۔ ان سے مراد سلطان المعظم کے چھوٹے صاحبزادوں اور کمسن شاہزادیوں کی مائیں ہیں۔ یہ سب تو ملکہ اور بادشاہ بیگم تھیں ان کے بعد شاہزادیوں کا مرتبہ ہے جو وہاں سلطانہ کے محترم لقب سے یاد کی جاتی ہیں پھر حرم کی وہ عورتیں ہیں جو اقبال کہلاتی ہیں اور ان کے بعد گوئزدہ یعنی وہ لونڈیاں جنکو سلطان المعظم نے کبھی نظر التفات سے دیکھ لیا ہے۔

یہاں تک تو محلات عالیات بیگمات عفت آیات اور شاہزادیاں تھیں اب انکے حوالی موالی اور وابستگان دامن ہیں بجز ان عورتوں کے جو گوئزدہ کہلاتی ہیں اور تمام مذکورہ خاتونوں میں سے ہر ایک کو اپنی ذاتی مصارف کے لئے ایک ماہوار رقم ملتی ہے۔ حسب ضرورت کمرے جو ایک سلسلہ میں ہوتے ہیں رہنے کو دیے جاتے ہیں۔ اور لونڈیوں اور خواجہ سراؤں کا ایک گروہ اُس کے زیر اختیار اور اس سے وابستہ ہوتا ہے۔

والدہ سلطانہ کے دربار کی معزز عہدیدار بارہ خاتونیں ہوتی ہیں۔ جن میں سے ایک خزانہ دار استاد کہلاتی ہے اور خزانچی کی خدمت وہی سرانجام دیتی ہے ایک پرائیویٹ سکرٹری یعنی معتمد پیش ہوتی ہے۔ ایک مُہر بردار ہوتی ہے جس کے قبضہ میں والدہ سلطانہ کی مُہر رہتی ہے ایک داروغہ توشہ خانہ۔ ایک داروغہ آبدار خانہ۔ ایک کافی خانہ کی مہتمم۔ ایک شربت پلانے کی ذمہ دار ایک معلمہ دینی یعنی دینی امور میں مشورہ دینے اور نماز روزے کی تعلیم دلانے والی۔ اور بھی چند اور عورتیں ہوتی ہیں۔ یہ تمام عورتیں جو امور خانہ داری کا اہتمام کرتی ہیں "کلفہ" کہلاتی ہیں اور ان میں سے ہر ایک اپنے ماتحت ایک مددگار

اور چھ یا اس سے زیادہ اپنے ذاتی کام کی تعلیم پانے والی لڑکیاں رکھتی ہیں۔ اور یہ لڑکیاں بھی کلفہ ہی کے لقب سے یاد کی جاتی ہیں اور جس کی ماتحتی میں کام کرتی ہیں۔ اُسی کی طرف منسوب ہوتی ہیں۔

دیگر خاتوناں حرم سلطانی کے دائرے بھی اسی قسم کے ہوتے ہیں مگر فرق اتنا ہے کہ اُن کے مرتبہ اور ان کی عزت کی کمی بیشی کے مطابق دائرے والیوں کی تعداد بھی کم یا زیادہ ہوا کرتی ہے۔

حرم سرائے سلطانی کے مذکورہ بالا انتظام پر اجمالی نظر ڈالنے کے بعد اب یہ دیکھنا چاہیئے کہ کوئی لونڈی محل میں داخل ہونے کے بعد کیونکر رہتی کیسی زندگی بسر کرتی اور کس طرح ترقی کرتے کرتے تخت تاج شاہی تک جا پہونچتی ہے۔

عام قاعدہ ہے کہ محل کے لئے بہت ہی کمسن لونڈیاں مول لیجاتی ہیں تاکہ جو کام اُن سے لئے جائیں گے ان کی بخوبی تعلیم پا سکیں گے اور جس رتبہ پر پہونچ کے انہیں زندگی بسر کرنا ہے اس کی پوری قابلیت ان میں پیدا ہو جائے۔ ان کمسن لڑکیوں کا ایک عام گروہ ہے اور وہ عجمیہ یعنے وہاں کی اصطلاح میں گنوارنیں کہلاتی ہیں ان میں سے حبشنیں اور دوسری قوموں کی لڑکیاں جو حسن وجمال کے زیور سے خالی ہیں ادنیٰ طبقہ کی کلفہ عورتوں کی زیر نگرانی اور ان کے شاگردوں میں دی جاتی ہیں تاکہ انہیں ماما۔ پیش خدمت۔ حمامن اور دھوبن وغیرہ کے کاموں کی تعلیم دیجائے۔

لیکن جو لڑکیاں حسین و نازنین ہیں اور جن سے ترقی کرنے اور بڑا مرتبہ حاصل کرنے کی امید کی جا سکتی ہے انکو محنت ومشقت کے کاموں کی تعلیم سے واسطہ نہیں انہیں ناز آفرینی دلربایانہ چال ڈھال۔ اور ناچنے گانے بجانے کی تعلیم ہوتی ہے۔ ان میں طرح طرح کے نازو انداز پیدا کئے جاتے ہیں نشست وبرخاست کے آداب سکھائے جاتے ہیں۔ اور وہ باتیں ان میں عموماً پیدا کی جاتی ہیں جنکی بدولت ان کے حسن وجمال سے اور زیادہ دلربائی و دلبری کی شان نمودار ہو اور انہیں عقائد شریعت اسلامیہ اور نماز پنج گانہ کی بھی تعلیم دی جاتی ہے۔ وہ لڑکیاں جو اس لئے تیار کی جاتی ہیں کہ معتمدی منشی گری۔ یعنی خوجہ خاتون کا کام سرانجام دیں اور حساب کتاب کی خدمت بجا لائیں انہیں لکھنے پڑھنے کی تعلیم ہوتی ہے تاکہ ہر تحریر کو بے تکلف پڑھ لیں اور اچھی عبارت لکھ سکیں۔ غرض اس

قسم کی درس گاہیں حرم سرائے سلطانی میں قائم رہا کرتی ہیں۔ اور تمام خاتونوں کے دائروں میں جہاں کوئی جگہ خالی ہوئی انہیں تعلیم پانے والیوں میں سے کوئی اس جگہ پر مقرر کردی جاتی ہے۔ یہ سب نازک بدن اور تربیت یافتہ لڑکیاں حرم سلطانی میں "علائق" کے لقب سے یاد کی جاتی ہیں۔ اور ان کے جابجا مقرر ہونے کا سلسلہ جاری رہتا ہے۔ غرض ان کے تیار کئے جانے کا سلسلہ ایسا جاری رہتا ہے کہ یہ بھی ہر ضرورت کے موقع پر تیار ملتی ہیں۔

لونڈی اپنے کنبے اور خاندان سے ہمیشہ کے لئے چھوٹ کے یہاں اُس کلفہ کی منھ بولی بیٹی ہو جاتی ہے جو اُسے اپنے علاقہ کی خدمت کیلئے مول لیتی ہے۔ اور یہی کلفہ اُس کی حاکم اور معلمہ بھی ہوتی ہے۔ ہر کلفہ کو اپنی زیر تربیت لڑکیوں کی ظاہری خوبیوں اور ان کی قابلیت پر ناز ہوتا ہے۔ ان کی بھلائی اور فلاح کی بڑی ہوشیاری سے خواستگار رہتی ہے۔ اور اگر اس کی قسمت میں یہ ہوا کہ کسی کے ساتھ بیاہ دی جائے تو اپنی پوری قوت بھر کوشش کرتی ہے کہ اس کے لئے اچھا بر ڈھونڈ نکالے۔ دونوں لونڈیاں کلفہ اور علائق یعنی یہ حرم کی ماں بیٹیاں ہمیشہ ایک دوسرے کی مددو معاون رہتی ہیں۔ اور جو محبت اُن دونوں کے مابین پیدا ہو جاتی ہے وہ اس امر کا ثبوت دیتی ہے کہ انسانی دل ہمدردی و محبت کا کس قدر بھوکا ہے۔ علائق اگر شادی ہو جانے کے بعد کسی اور گھر اور گروہ میں چلی جاتی ہے تو وہاں جانے کے بعد بھی وہ اپنی منھ بولی ماں کے ساتھ ویسے ہی تعلقات قائم رکھتی ہے۔ اور وہ منھ بولی ماں ہمیشہ یکساں جوش دل سے اُسکی بہی خواہ اور خیر اندیش رہتی ہے۔

کلفہ سے عموماً وہ پرستاریں مراد ہیں جنکو یہ عزت تو نہیں حاصل ہوتی کہ سلطان کا خیال کبھی ان کی طرف مائل ہوا ہو۔ مگر محض قدامت کی وجہ سے انہوں نے وقعت حاصل کرلی ہو انکی عمروں میں بڑا تفاوت ہے۔ بعض نو عمر ہیں اور بعض بوڑھی ہو گئیں۔ نو عمروں میں سے بعض شادی کی بھی امید کرسکتی ہیں۔ بیکن عام کلفہ عورتیں اپنی حالت پر راضی ہیں اور اُسی زندگی سے خوش ہیں جسکی وہ عادی ہو گئی ہیں۔ اور اپنی کلفہ اور تربیت دینے والی سے بے انتہا مانوس ہیں صرف اُسی ترقی کو ترقی خیال کرتی ہیں جو حرم سرائے سلطانی کے اندر ہو۔ یہی پرانی حرم والیاں محل کی تمام کہاوتوں اور رسموں کی پرجوش نگہداشت کرنے والیاں ہیں ان رسموں اور حرم کے طور طریق کی پابندی وہ نہایت ہی تعصب کے ساتھ کرتی ہیں اور صدہا ل سے یونہی

چلا آتا ہے کہ یہ عورتیں اپنی جانشینوں کو ان رسموں اور روایتوں کا محافظ بنا کے چھوڑ جاتی ہیں منجملہ انکے فرائض کے ایک یہ ہے کہ اپنی بی بی کی چیزوں کی حفاظت کریں جو مختلف خانگی محکموں میں بٹی ہوئی ہیں اور نگرانی کرتی رہیں کہ ان کی خدمتیں بوجہ احسن بجالائی جاتی ہیں۔ نوجوان لڑکیوں کو خریدیں اور سکھا کے سلیقہ شعار بنائیں۔ مثلاً وہ کلفہ جو قہوہ جی ہے اس بات کی ذمہ دار ہے کہ اپنی بی بی کی قہوہ پینے کی پیالیوں کی پوری حفاظت کرے جنمیں سے بعض نہایت قیمتی مینا کار اور مرصع ہوتی ہیں تن اچھی طرح بھونے پیسے اور اُبلے جائیں اور نہایت عمدہ کافی تیار ہو۔ اور محل خانے کے خاص قواعد و آداب سے سلطانہ اور انکے مہمانوں کے آگے پیش کی جائے۔

سلطان المعظم کے لئے حرمیں اور چاہیتی معشوقہ نازنینیں اگرچہ ان منتخب پری وشوں میں سے چنی جاتی ہیں جن کو والدہ سلطانہ خاص خاص معززین سلطنت۔ یا رعایا "قندیل گیجیسی" کی تقریب کے موقع پر بطور نذرانہ کے سالانہ پیش کیا کرتے ہیں لیکن حرم خلافت کی ہر پرستار عام اس سے کہ وہ کیسی ہی ذلیل اور کیسے ذلیل مرتبہ کی ہو اس عزت کی آرزومند ہو سکتی ہے۔ مثلاً سلطان عبد العزیز مرحوم کی والدہ حرم سلطانی کے ادنیٰ طبقہ والیوں میں سے تھیں اور کہتے ہیں کہ جب انہوں نے ان کے والد سلطان محمود خان ثانی کے دل پر فتح پائی ہے محل خانہ کا کوئی بہت ذلیل کام کرتی تھیں۔ یہ معلوم ہوتے ہی کہ سلطان والدہ سلطانہ یا کسی اور سلطانہ سے ملنے کا ارادہ رکھتے ہیں اس خاتون کے دائرے میں ایک کھلبلی سی پڑجاتی ہے سلطان المعظم کو پورے آداب سے ہاتھوں ہاتھ لینے اور ان کا استقبال کرنے کیلئے دائرے کی ہر لونڈی اپنا سب سے اچھا اور پھبنے والا لباس پہنتی اور اپنے بنانے سنوارنے میں جہاں تک بن پڑتا ہے کوئی دقیقہ نہیں اٹھا رکھتی تاکہ اسکا جمال سلطان کی دلربائی میں کوتاہی نہ کرے۔ جب سلطان تشریف لاتے ہیں اور خزانہ دار اُوستا انہیں دیوان خانے کے کمرے میں لا کے مسند یا شاہی کرسی پر بٹھاتی ہے اس لئے کہ ان تقریبوں کے موقعوں پر یہ کام اسی معزز خاتون کا ہوتا ہے جو خزانے کی داروغہ ہوتی ہے اور خزانہ دار اوستا کہلاتی ہے۔ اب قہوہ شربت اور شیرینی ہر محکمہ کی کلفہ کے اہتمام سے پیش ہونا شروع ہوتا ہے۔ اور برابر تھوڑے تھوڑے وقفہ سے علائق کے ہاتھوں پیش کئے جاتے ہیں۔ ان علائق میں سے اگر کوئی سلطان کو بھلی معلوم ہوئی تو وہ سلطانہ سے اسکے متعلق اتفاقی سوال کر دیتے ہیں اور ساتھ ہی

سلطانہ اشارے کے ذریعے سے اُسے حکم دیتی ہے کہ قریب آکے مسند کا کونہ یا کرسی کا پایہ چوم لے اِسوقت سے یہ خوش نصیب لڑکی اپنی بی بی کی خدمت گزاری چھوڑ دیتی ہے اور گوزدہ کا رتبہ حاصل کرکے رہنے کو ایک جداگانہ محل سرا پاتی ہے۔ اِسکے بعد اگر سلطان نے کسی اور موقع پر بھی اُسے نظر عنایت سے دیکھا تو اُسے اقبال کا رتبہ حاصل ہو جاتا ہے ورنہ وہی گوزدہ بنی رہتی ہے۔ اقبال ہونے کے بعد اگر اس کے بطن سے کوئی اولاد پیدا ہو گئی عام اس سے کہ وہ شاہزادہ ہو یا شاہزادی تو اس کا رتبہ اور بڑھتا ہے اور خانم آفندی کہی جاتی ہے اور اگر خوش نصیبی سے اس سے بھی زیادہ ترقی ہوئی تو قادن آفندی بن جاتی ہے۔

قریبی تعلقات کے بعد اگر کوئی گوزدہ سلطان المعظم کی مورد عنایت نہ رہی یا سلطان کا دل اس کی صحبت سے پھر گیا تو خزانہ دار اوستا کو سلطان حکم دیتے ہیں کہ وہ سامنے سے ہٹادی جائے۔ اس حکم کے نافذ ہوتے ہی ممکن ہے کہ ایک بھاری عروسی جوڑا اور زیور مع اس محلسرا کے سامان و اسباب کے جس میں وہ رہتی تھی اس کے حوالے کیا جائے اور کسی عرض بیگی یا باب عالی کے کسی عہدہ دار کے عقد نکاح میں دے دیجائے اور اگر یہ برتاؤ کسی ایسی پرستار کے ساتھ کیا گیا جو اقبال کا رتبہ رکھتی ہو تو اُسے تھوڑا سا وظیفہ بھی ملتا ہے اور اس کا نام سول لسٹ میں درج ہو جاتا ہے۔ یہ وظائف اکثر دیے بھی بے قاعدگی سے جاتے ہیں اور بعض اوقات چند ہی سال کے بعد بند بھی ہو جاتے ہیں۔

لیڈی گارنٹ کہتی ہیں کہ اس قسم کی ایک ترک خاتون سے مجھے ملنے کا اتفاق ہوا۔ سلطان عبدالعزیز خاں مرحوم نے اُسکی محل کے خاص حجام کے ساتھ شادی کردی تھی اور اس حجام کے مرنے پر وہ ایک بڑی جائداد کی مالک ہوئی۔ وہ سلطان مرحوم کا ذکر نہایت محبت اور عزت کے الفاظ میں کرتی تھی۔ اور اس کا خیال تھا کہ انہوں نے خودکشی کی۔ اور اس واقعہ کے متعلق بہت سی باتوں کے جاننے کا دعوی کرتی تھی۔ مگر کہتی تھی کہ مختلف قوی اسباب سے میں ان کو ظاہر نہیں کر سکتی جب اس راز کے کھلنے کا وقت آئیگا تو سب باتیں عالم آشکارا ہو جائیں گی۔ یہ کہہ کے اس کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور کئی بار بیتابی سے چلا اٹھی۔ "امان!! امان!!"

اوپر بیان ہو چکا ہے کہ جو سلطانہ قادن آفندی کے لقب سے یاد کی جاتی ہیں ان کا شمار چار ہے۔ مگر چونکہ عموماً اور خاصتہً حرم سرا میں سلطان کی مرضی ہی قانون ہے اسلئے

ممکن ہے کہ سلطان المعظم اپنی خوشی سے پانچ یا چھ خاتونوں کو قادن آفندی کا خطاب عطا فرمادیں گو کہ سلطان اور ان کی مدخولہ خاتونوں میں کوئی باقاعدہ عقد نکاح نہیں ہوتا لیکن یہ تعلق جو قائم ہوجاتا ہے مرتے دم تک منقطع نہیں ہوسکتا۔ کسی سلطان کے انتقال کے بعد اسکی بیبیاں مجبور ہیں کہ عمر بھر بیوگی کی زندگی بسر کریں۔ آل عثمان کی تاریخ میں صرف ایک سلطان نے اپنی رعایا میں سے ایک عورت کے ساتھ باقاعدہ نکاح کیا اور پھر معمولی طریقہ سے طلاق دے کے اُسے آزادی دے دی جس سلطان نے اس طریقہ سے اپنے آبائی رسوم سے بے پروائی کی سلطان عبدالمجید خاں تھے۔ خدیو مصر محمد علی پاشا کی بہو جو مصر کی خاتون مصر کے معزز لقب سے یاد کی جاتی تھیں ان کی ایک خوبصورت متبنی بیٹی پر سلطان مذکور کا دل آگیا تھا۔ اس پری جمال لڑکی کا نام بسمی تھا۔ اور گو اصل میں وہ بھی ایک لونڈی ہی تھی مگر آزاد کر کے بیٹی اور شاہزادی بنالی گئی تھی۔ چنانچہ اسی وجہ سے وہ بغیر نکاح کے حرم خلافت میں داخل نہ ہوسکتی تھی۔ اس موقع پر شاہی منگنی اور عروسی ایسی دھوم دھام اور شان و شوکت سے ہوئی تھی جو اسی مستثنٰی شاہی برات کیلئے موزوں تھی۔

بسمی سلطانہ حرم سرائے سلطانی میں آکے چھٹی قادن آفندی کہلائیں۔ اور تھوڑے زمانہ تک سلطان کی محبوبہ خاص بنکے حکومت کرتی رہیں۔ شاہنشاہی خزانہ کے سب سے زیادہ قیمتی جواہرات لا کے ان کی گود میں ڈالدیئے گئے اور وہ جس قسم کا سامان عیش چاہتیں مہیا تھا لیکن یہ مسرت زیادہ زمانہ تک نہیں قائم رہی۔ حرم سرائے سلطانی سازشوں کا گھر ہے اور ہر سلطانہ اور ہر اقبال سازشوں کا ایک جداگانہ مرکز بنی ہوئی ہے۔ بسمی سلطانہ جو ایک نہایت ہی معزز خاتون کی لاڈلی تھی یقیناً محل سلطانی کی رقابتوں اور عداوتوں کے میدان میں گوئے سبقت نہیں لیجا سکتی تھی۔ اور اسی کے طرز عمل نے غالباً اُسکی رقیب خاتونوں کو مخالفت کا موقع دیا جن میں سب سے زیادہ سربرآوردہ پانچویں قادن آفندی سروناز سلطانہ تھیں جنہیں غالب آکے اُسنے سلطان کا دل اپنے ہاتھ میں لے لیا تھا۔ سروناز سلطانہ کے دعوؤں کے مقابلہ میں بسمی سلطانہ کی طرف سے جب ناز آفرینی کی ضد ظاہر ہوئی تو ان دونوں کی عداوت روز بروز بڑھتی ہی گئی۔ اور آخر ان جھگڑوں کا تصفیہ سلطان نے یوں کیا کہ بسمی سلطانہ کو طلاق دیدی۔ اور گو وہ نازوں کی پلی ہوئی تھی مگر اُسے حرم سرا کے اندر سے نکالتے ہی جلاوطن کر کے بروسہ میں بھیجدیا۔ چند روز کے بعد سلطان کو پھر اُسی کی یاد آئی۔ اور وہ

دوبارہ مورد عنایت بنی. مگر وہی امر جس کی بنیاد پر وہ غریب سادہ لوح نکالی گئی تھی پھر نکالی گئی۔ اور ایکی ایسی نکلی کہ پھر سلطان کی صورت دیکھنا نہ نصیب ہوئی ع۵

حرم میں شاہزادیوں کا مرتبہ ان کی ماؤں کے بعد ہے جو قادن آفندی کہلاتی ہیں۔ لیکن شاہزادیاں چونکہ پندرہ سولہ برس کی عمر کو پہونچتے ہی محل سلطانی سے چلی جاتی ہیں۔ لہذا اس کھیل میں وہ حصّہ زیادہ نہیں لیتیں۔ جو تعلیم انہیں دی جاتی ہے عموماً غیر مسلسل وغیر منضبط ہوتی ہے اور ان کے عادات واطوار نہایت ہی بگڑے ہوئے ہوتے ہیں وجہ یہ کہ کلفہ اور علائق جو ہر وقت انہیں گھیرے رہتی ہیں وہ اس کوشش میں رہتی ہیں کہ انہیں ابھی سے اپنے اوپر مہربان بنالیں انکی ہر خواہش کہنے سے پہلے پوری ہو جاتی ہے۔ اور جہانتک امکان میں ہوتا ہے ان کا ہر ناز اٹھایا جاتا ہے۔ اپنی خوجہ خاتون یعنی استانی سے جو تعلیم ملتی ہے وہ صرف اس قدر ہے کہ کچھ لکھ پڑھ لیتی ہیں۔ بانسری اور پیانو بجا لیتی ہیں اور سوئی سے کچھ گل بوٹے بنالیتی ہیں۔ جب وہ پندرہ سولہ برس کے سن کو پہونچتی ہیں انہیں شاہانہ جہیز کے ساتھ ایک نہایت ہی قیمتی اور بھاری عروسی جوڑا دیا جاتا ہے۔ رہنے کو ایک قصر ملتا ہے اور کسی وزیر یا دوسرے معزز عہدہ دار کے ساتھ بیاہ دی جاتی ہیں۔ جب کوئی شاہزادی بیاہی جاتی ہے تو اپنی تمام لونڈیوں کو جو اس کے دائرے سے علاقہ رکھتی ہیں اپنے ہمراہ لیجاتی ہے اور انکے علاوہ اور لونڈیاں بھی خود سلطان یا والدہ سلطانہ رخصتی کے وقت اسے عطا کرتی ہیں اپنے نئے گھر میں جاکے شاہزادی وہی حرم سلطانی کے آداب وقوانین اور رسم ورواج جاری کرتی ہے جنکی وہ بچپن سے عادی ہو رہی ہے سلطان کی شاہزادیوں کو لحاظ اُن کے رتبہ کے اپنے شوہروں پر فوقیت حاصل رہتی ہے اور بہت سی باتیں جنکی عام عورتیں پابند ہیں اُن سے وہ آپ کو مستثنیٰ خیال کرتی ہیں اس کا نتیجہ یہ ہے کہ شاذونادر ہی انہیں سسرال والوں میں مقبولیت یا اُن بدنصیب لوگوں کی جنہیں وہ عطا ہوتی ہیں محبّت نصیب ہوتی ہے وجہ یہ کہ عام طور پر وہ خود رائے اور نہایت فضول خرچ ہوتی ہیں

ع۵ بعض مورخین کا بیان ہے کہ سلطان سلیمان عالیشان نے بھی روزی لانا نام ایک روسی خاتون سے جو لونڈی کی حیثیت سے اسکے حرم میں داخل ہوئی تھی اور حرم کے لقب سے یاد کی جاتی تھی۔ باقاعدہ نکاح کیا تھا اسمیں مکمل نکاح کیلئے ضرور ہے کہ وہ آزاد بھی کر دی گئی ہو۔

11962

انکے مزاج میں بیرحمی ہوتی ہے اور بعض اوقات اُن سے سخت ظالمانہ افعال سرزد ہو جاتے ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ بعض شاہانہ اد ملیں اِن باتوں سے مستثنےٰ بھی گذری ہیں۔ جنکے ملازمین اور وابستگان دامن بھی آج تک انہیں محبت سے یاد کرتے ہیں اور ان کے معزز طبقہ کے احباب ابھی انکو بھلائی سے یاد کرتے ہیں

جب کوئی نیا سلطان تخت نشین ہوتا ہے تو مرحوم سلطان کے حرم کی بہت سی خاتونیں مع اپنے عضر ص وابستگاں دامن کے کسی پُرانے اور زیادہ خاموش قصر میں بھیج دیجاتی ہیں تاکہ نئے سلطان کی حرموں کے لئے جگہ خالی کریں اُسکی ماں بخلاف اور سب کے والدہ سلطانہ کا اعلیٰ مرتبہ حاصل کرتی ہے۔ اور فوراً شہنشاہی معرکہ سے آراستہ ہو جاتی ہے نیا سلطان ان تمام لوگوں سے جو اس کے حرم میں داخل ہوں بیبیوں سے لگا کے ادنی ادنی پیش خدمتوں تک سب سے اس امر پر حلف لیتا ہے کہ سب اس کی ماں کی اطاعت کرینگی اب اسوقت سے سلطان کی والدہ کا لقب حضرت "نقاب دار" سوں کی تاج ہوتا ہے یہ ایسا ضروری لقب ہے کہ اُن کے ملاحظہ میں عرضی پیش کی جائے تو ضرور ہے کہ اُس کی پیشانی پر یہ القاب لکھا ہوا ہو۔ کوئی شخص جسے کبھی پیشتر ان کی باریابی کی عزت نہیں حاصل ہو چکی ہے ان کے سامنے نہ جا سکتی ہے اور نہ بیٹھ سکتی ہے۔ سب لوگ ان کے سامنے نہایت ہی تعظیم سے دست بستہ کھڑے ہوتے ہیں اور ان کے ہر سوال کے جواب میں جو الفاظ زبان سے نکالیں لازم ہے کہ ان کے ساتھ اعلیٰ درجہ کے تعظیمی القاظ اور خاصتہً یہ الفاظ کہ خاتون ضرور ملائے جائیں۔ عثمانی دربار کے آداب میں یہ بھی داخل ہے کہ جو شخص دربار میں آئے پورے لباس کے عوض سادے گھر میں پہننے کے لباس میں آئے۔ خود سلطان کی چاہیتی محبوبہ بھی چاہے کیسا ہی سردی کا موسم ہو اتنی مجال نہیں کہ اپنی معظمہ ساس کے سامنے اوپر کی قبا پہن کے آسکے۔

سلطان المعظم کی والدہ محترمہ کی یہ قدر و منزلت حرم سرائے سلطانی کی چاردیواری ہی کے اندر نہیں جب کبھی وہ سیر کو باہر نکلتی ہیں یا گاڑی پر سوار ہو کر ہوا کھانے جاتی ہیں تب بھی ایک شاہانہ جلوس ہمراہ رکاب ہوتا ہے۔ فوجی سپاہی جیسے ہی وہ سامنے سے گزرتی ہیں سلامی لیتے ہیں۔ اور غریب جو راستہ میں ملجاتا ہے زمین پر جھک کے عرض کرتا ہے کہ اپنے شہنشاہ زماں فرزند سے ہماری سفارش فرمایئے۔ اگر کبھی وہ وزیر اعظم یا دیگر وزرا کو کسی

امر میں کچھ بھی نہیں تو اس عہدہ دار کا فرض ہے کہ والدہ سلطانہ کے قاصد کا استقبال اپنے کمرے کے دروازے تک آکے کرے۔ حد سے زیادہ اظہار تعظیم کے ساتھ خط کو اُنکے ہاتھ سے لے۔ ہاتھ میں لیتے ہی اُسے پہلے پیشانی سے لگائے پھر بوسہ دے۔

حرم سرا کے اندر پورا اختیار والدہ سلطانہ کا ہے جس میں کوئی چوں بھی نہیں کر سکتا اور حرم سرا کی رہنے والیاں عام اس سے کہ وہ قادن ہوں سلطانہ ہوں یا اقبال ہوں بغیر والدہ سلطانہ کی اجازت کے اپنے رہنے کے مکان سے قدم باہر نہیں نکال سکتیں اور نہ سلطان المعظم کے ملاحظہ میں بلا توسط اُنکے کوئی درخواست پیش کر سکتی ہیں۔ خاتونان حرم میں سے اگر کوئی خرید و فروخت کے لئے بازار یا پیرا میں جانا چاہے یا تبدیل آب و ہوا کیلئے کسی شاہنشاہی کوشک میں جانے کا قصد کرے تو ضرور ہے کہ اس مضمون کی ایک درخواست اکلیل رؤس ذوات النقاب کے ملاحظہ میں پیش کرے اور انہیں اختیار ہے کہ مناسب معلوم ہو تو منظور کریں یا جی چاہے نامنظور کریں بہر نقابیران بڑے بھاری اقتدارات نے لازمی طور پر والدہ سلطانہ کے ذمہ بڑی بڑی دشواریاں عائد کردی ہیں اور ایسے فرائض پیدا کردیئے ہیں جنکا انجام دینا دشوار ہے۔ ان کاموں میں والدہ سلطانہ کو اپنی اوّل درجہ کی مہتمہ خزانہ سے بڑی مدد ملتی ہے جو خزانہ دار اوستا کے لقب سے یاد کی جاتی ہے حقیقت حال یہ ہے کہ یہ معزز خاتون عملاً بلحاظ اختیارات والدہ سلطانہ کے بعد دوسرے درجہ پر ہے۔ یہ عموماً ایک خاص عمر کی عورت ہوا کرتی ہے جس کا نشو و نما والدہ سلطانہ کے دائرے میں ہوتا ہے۔ اور جس کو قدامت کے ساتھ مدت دراز کی خدمت گزاری اس اعلیٰ درجے کے عہدے پر پہونچا دیا کرتی ہے۔ حرم کی اعلیٰ مہتمہ ہونیکی وجہ سے اُسے اُن تمام امور کا اختیار حاصل ہو جاتا ہے جنہیں والدہ سلطانہ اپنے ہاتھ میں رکھنا نہیں پسند کرتیں۔ اور اگر اتفاقاً والدہ سلطانہ کا سلطان سے پہلے ہی انتقال ہو جائے تو یہی خزانہ دار اوستا ان کی جانشین ہوتی ہے اور اُسے انہیں کا رتبہ اور انہیں کے سے اقتدارات حاصل ہو جاتے ہیں اور حرم سرا کے سوا عموماً معاملات ملکی پر بھی اس کا اثر پڑنے لگتا ہے۔

ترکی وزرا اس اندیشہ سے کہ شاہنشاہی دربار پر اثر پڑیگا یہ کوشش کرتے ہیں کہ سلطان کی منکوحہ بی بی کوئی نہو اور جتنی ہوں سب لونڈیاں ہی لونڈیاں ہوں اور اس واقعہ

کی طرف توجہ نہیں کرتے کہ سلطان آخر انسان ہیں لہذا ضرور ہے کہ کسی عورت کا ان پر اثر پڑے۔ اور وہ عورت ممکن ہے کہ ان کی طبیعت پر قابو حاصل کر لے کہتے ہیں کہ چار قوانین تمدن جو مشہور وزیر محمد کیپر لی نے اپنے بستر مرگ پر لیٹے لیٹے نو عمر سلطان محمد رابع کو سنائے تھے ان میں سے ایک یہ بھی تھا کہ عورت کے مشورے پر ہرگز عمل نہ کرنا۔ لیکن یہ بھی نہ بھولنا چاہیئے جو کہا جاتا ہے کہ خود وزیر کیپر لی اعظم اس رتبہ عالی پر پہونچنے میں والدہ سلطان ترخان کا زیر بار احسان تھا۔ اور اسکا بیٹا جو اس کی جگہ وزیر اعظم مقرر ہوا اُسے مذکورہ بالا نو عمر سلطان کے عہد میں جو اختیارات حاصل ہوتے وہ بھی محض محمد رابع کی ایک چاہیتی محبوبہ کے طفیل میں تھے۔

اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ ترکوں کی تاریخ میں جیسے جیسے کام حرم سرائے سلطانی کی عورتوں نے کئے ہیں وہ تھوڑی اہمیت نہیں رکھتے۔ سلطانہ صفیہ جو "بفا" بھی کہلاتی تھیں اور شہر وینس کی اسیر شدہ لونڈی تھی اپنے ناقابل حکومت شوہر سلطان مراد ثالث کے تقریباً بیس سال کے عہد میں نظم و نسق سلطنت پر بہت اچھا اثر ڈالتی رہی۔ اور اپنے بیٹے محمد ثالث کے دربار اور مجلس شوریٰ پر عموماً حکمراں تھی سلطان مصطفےٰ خاں اول کی ماں بیٹے کے نام سے خود پوری حکومت کرتی تھی اور جب مراد خاں رابع بارہ برس کی عمر میں مالک تخت و تاج ہوا تو اس کی ماں والدہ سلطانہ ماہ پیکر جو ایک یونانی الاصل لونڈی تھی نظم و نسق سلطنت کی ذمہ دار قرار پائی خوش قسمتی سے وہ ایک نہایت ہی صاحب لیاقت عورت تھی۔ اور ان دونوں ماں بیٹوں کو اپنے عہد میں بڑے بڑے جھگڑوں اور معاملوں کا حد سے زیادہ مقابلہ کرنا پڑا۔ وینس کا ایک سفیر ملکہ سے ملا تھا۔ جبکہ ملکہ کی عمر تقریباً ۴۵ برس کی تھی۔ وہ بیان کرتا ہے کہ یہ ملکہ پاکدامن عقلمند۔ ذہین اور فیاض تھی دینداری کاموں کو پسند کرتی تھی اور غریبوں کو بلا لحاظ اسکے کہ وہ کون ہیں خیرات دیا کرتی تھی۔

حرم والوں کے ذکر میں سلطان کی رضاعی ماں اور اس کے بیٹے یعنی سلطان کے رضاعی بھائی کا ذکر بھی ضروری ہے بشرطیکہ کوئی رضاعی ماں ہو۔ شاہزادوں کی دودھ پلائی ہمیشہ کوئی گرجن ہوا کرتی ہے جس کا شوہر اُسے اس خدمت پر مقرر کر کے خود دولت و وجاہت حاصل کرتا ہے۔ اس دودھ پلائی کا بیٹا ترکی زبان میں شاہزادے کا دوست

گردش یعنے دودھ شریک بھائی کہلاتا ہے۔ وہ شاہزادے کے ساتھ کھیلتا اور اس کا مستقل مصاحب ہوتا ہے۔ یہ رضاعی بھائی چونکہ ساتھ کھیل کے بڑے ہوتے ہیں لہذا کبھی ایک دوسرے سے جدا نہیں ہوتے اور جب شاہزادہ مالک تاج وسریر ہوتا ہے تو اس کے اس بچپن کے رفیق کا نصیبہ کھل جاتا ہے۔ ایسی ہی عنایت رضاعی بہن کے حال پر رہتی ہے اور وہ زندگی بھر اپنے صاحب تاج وتخت رضاعی بھائی پر شیدا رہتی ہے۔ اور یہ بھائی کسی بڑے معزز شخص کے ساتھ اس کا نکاح کر دیتا ہے۔ سلطان عبدالمجید خاں مرحوم کی رضاعی بہن ناہر خانم ایک مستقل طبیعت کی عورت تھی۔ سلطان پر بڑا اثر رکھتی تھی۔ تقریباً پچاس سال کا زمانہ گذرا جبکہ وہ ترکی معزز صحبتوں کی بڑی رکن رکین بنی ہوئی تھی۔ عام معمول کے خلاف اس نے ایک دوسرے کے بعد دو شوہروں کو چھوڑ دیا جنکی دادرسی نہ ہوئی اور ناہر خانم نے محکمہ بحری کے ایک افسر سے تیسری شادی کر کے اُسی کے ساتھ نباہ دی۔ اور پھر ساری قلمرو میں اس کے چال چلن کے متعلق خبریں اُڑنا موقوف ہوگئیں۔

رضاعی ماں کی جو تعظیماً "تا تیا قادن" کے لقب سے یاد کی جاتی ہے حرم میں بڑی عزت وحرمت ہوتی ہے۔ اور اکثر اوقات سلطان پر اس کا اتنا اثر ہوتا ہے جسے والدہ سلطانہ کے اثر سے کم نہیں کہا جا سکتا چونکہ یہ عورتیں ایک ادنی درجے سے یکایک ترقی کر جاتی ہیں لہذا یہ کوئی تعجب کی بات نہیں کہ ان میں کم ایسی ہوتی ہیں جو اپنی قوت ووقعت کو عقلمندی کے ساتھ عمل میں لائیں۔ اکثر تو سلطان عبدالعزیز خاں مرحوم کی رضاعی ماں کی طرح اپنی طمع اور تعدی کے لحاظ سے مشہور ہوتی ہیں۔ عبدالعزیز خاں کی رضاعی ماں کا اثر حرم سرائے سلطانی پر اس قدر بڑھ گیا تھا کہ گورنر جنرلوں کی برطرفی وبحالی اور دیگر اہم معاملات بالکل اسی کے ہاتھ میں تھے۔ ن۔ پاشا جو ایک زمانہ میں سالونیکا کے گورنر جنرل تھے ان کے عروج کا اصلی سبب یہی تھا کہ سلطان عبدالحمید خاں مرحوم کی رضاعی ماں کی قرابت داروں میں تھے۔ بہت تھوڑی لیاقت ہونے کے باعث انہوں نے ایک بیرونی عورت سے شادی کر لی جسے حرم سلطانی سے کوئی علاقہ نہ تھا۔ اور اس عورت نے مقامی عہدہ داروں کی بیگموں کی وضع میں ایسا داغ لگایا کہ آخر سب نے اس سے ملنے جلنے سے انکار کر دیا۔

حرم والیاں کسی بیرونی شخص کے عقد نکاح میں نہ دی گئی ہوں تو بھی جیسا کہ عموماً خیال کیا جاتا ہے زندگی بھر کے لئے ایوان شہنشاہی کے حصار میں قید نہیں ہیں۔ آنکی

دلچسپیاں زیادہ تر سلطان محل کے باہر ہی ہوتی ہیں۔ ہر ملک کی وضعدار خاتونوں کی طرح یہاں بھی سلطانہ اور اقبال دونوں کے خاص اشغال بننا سنورنا۔ گاڑی پر سوار ہو کے ہوا کھانا اور ادھر اُدھر کی سیر کرنا ہوا کرتے ہیں۔ اول الذکر یعنے جو سلطانہ ہونے کی عزت رکھتی ہیں انکو یہ کام بھی رہتے ہیں کہ اپنے ملازمین کا انتظام اور اپنے بچوں کی خبر گیری کریں۔ مگر انکی خانگی زندگی میں بھی سیر و تفریح کا شوق ضرور ہوتا ہے۔ لیکن جس چیز میں وہ ہر وقت منہمک رہتی ہیں وہ سازش اور جوڑ توڑ ہے یہ ایسی چیز ہے جس میں حرم کی کوئی عورت ہیں جو تھوڑی بہت مشغول نہ ہو۔ خواہ خود اپنے لئے یا اپنی مالکہ۔ اور مربیہ کے لئے ہر قادن آفندی اور ہر اقبال ایک چھوٹے دربار کا مرکز بنی رہتی ہے۔ جس کی غرضیں اور آرزوئیں اسی قسم کے دوسرے درباروں کے مخالف ہوتی ہیں ہر بیٹے کی ماں اعلیٰ ترین قوت کی آرزومند ہوتی ہے اس لئے کہ دولت عثمانیہ کے قانون ولی عہدی کی رو سے ہر شاہزادہ کو اپنی اپنی باری تخت نشینی کا موقع مل سکتا ہے۔ اور اس کا نتیجہ یہ ہے کہ جتنی عورتیں اس کے گرد و پیش ہوتی ہیں اسکی تخت نشینی ہی کو اپنی زندگی کی اصلی غرض قرار دے دیتی ہیں اور شب و روز اسکے اغراض کے مطابق کوشش کرتی رہتی ہیں۔ چونکہ سلطان المعظم "شیر شیراں" کے لقب سے یاد کئے جاتے ہیں لہذا ہر چھوٹے شاہزادے کو اسکی ماں اور اس سے علاقہ رکھنے والیاں "ارسلانم" کے خطاب سے یاد کرتی ہیں یعنے اُسے میرا شیر کہہ کے پکارتی ہیں اور اسکا سارا دربار اُسکی غلامی کرتا رہتا ہے جب سلطانہ کے بطن سے بجائے اولاد نرینہ کے کوئی شاہزادی پیدا ہوتی ہے اُسکی زندگی کی سب سے بڑی غرض یہ ہوتی ہے کہ سلطنت کے سب سے بڑے رکن کے ساتھ اُسکا نکاح کرے۔

دوسری طرف جو خاتونیں اقبال کا درجہ رکھتی ہیں وہ اپنی حیثیت قائم رکھنے کے لئے جو ہمیشہ ناپائدار حالت میں رہتی ہے سازش کو کم ضروری نہیں سمجھتیں نتیجہ یہ ہے کہ محل کے اندر جتنے دربار ہیں اتنی ہی پارٹیاں ہیں جن میں سے ہر ایک کا ایک مرکز ہوتا ہے اور اس کی شاخیں محل سے باہر تک پھیلی رہتی ہیں۔ کیونکہ حکمراں سلطان کے بھائی اور نیز انکی مائیں ہمیشہ اپنے طرفداروں کی جستجو میں رہتی ہیں۔ ان کے مقابل والدہ سلطانہ اپنے صاحب تاج و تخت بیٹے کے منافع کی نگہداشت میں تھوڑی سرگرمی سے مصروف نہیں رہتی ہیں یہ غیر منتہی سلسلے مع اپنی تمام غیر معمولی پیچیدگیوں کے محل کی صاحب اثر خاتونوں کو ایک

خاص راغی مشقت میں مصروف رکھتے ہیں۔ یہ کوششیں کبھی اولیا راللہ کے مزاروں پر بیجاتی ہیں۔ اور کبھی درویشوں کی خانقاہوں میں۔ اور اپنے گناہوں کا کفارہ ادا کرنے کے لئے خیر خیرات کی جاتی ہے۔ ہر خاتون کسی نہ کسی شیخ کی اور کسی نہ کسی زیارت گاہ کی معتقد ہوتی ہے جہاں وہ وقتاً فوقتاً تحفے تحائف یا نقد نذرانہ بھیجا کرتی ہے۔

حرم والیوں کی سب سے ادنیٰ دلچسپی کی چیز سلطان کی طبیعت اور ان کا مذاق ہے جن کے شوق کا پتہ ابتدا ہی میں چل جاتا ہے۔ سلطان عبدالمجید خاں کے عہد میں تھیٹر کا رواج ہوا اس غرض کے لئے ایوان دولمہ باغچہ میں ایک چھوٹا سا خوبصورت تھیٹر بنایا گیا۔ اور انہیں کھیلوں کا بہت شوق سلطان عبدالحمید خاں مرحوم کو تھا جنکی نسبت بیان کیا جاتا ہے کہ چھوٹے چھوٹے پلاٹوں کا خاکہ خود ہی بنا کے دیتے تھے تاکہ وہ اسٹیج پر دکھائے جائیں سلطان عبدالمجید خاں مرحوم نے ایک نیا ناچ بھی مع اس کے لطیف دلچسپ سازوں کے ایجاد کیا تھا جو حرم سرا کی لڑکیوں سکھایا گیا تھا۔ اس ناچ کے معلموں میں ایک مشہور مغنی (دونی زتی) کا بھائی تھا۔ ترکی تھیٹر کی مستقل کمپنی اور نیز فرانسیسی تھیٹر جو وقتاً فوقتاً دارالسلطنت دولت عثمانیہ قسطنطنیہ کا دورہ کیا کرتا ہے کبھی کبھی بلائے جاتے ہیں۔ کہ سلطان المعظم کے سامنے اپنا ہنر دکھائیں اور ان کے محل کی خاتونوں کو بھی اس کے دیکھنے کی عموماً اجازت دی جاتی ہے جو سنہری چلمنوں کے پیچھے آکے بیٹھتی ہیں۔ اسی طرح بازیگروں اور قسطنطنیہ کے مداریوں کو جو وہاں "قرار گوسز" کہلاتے ہیں۔ شعبدہ بازوں۔ کٹھ پتلی کے ناچ کا تماشا دکھانے والوں اور دیگر تماشا دکھانے والوں اور دیگر تماشا گروں کو بھی یہ عزت حاصل ہوتی ہے۔

## تمام شد

# تذکرہ مشاہیر عالم جلد اوّل

مولفہ مولانا عبد الحلیم صاحب شرر جس میں حسب ذیل سوانح عمریاں درج ہیں۔ قیمت ایکروپیہ چار آنہ۔ خلیفہ ناصر الدین اللہ۔ زبیر ابن عوام۔ عبد اللہ ابن زبیر۔ ابن بطوطہ بقراط۔ مانی۔ جالینوس۔ ساتدین۔ اعز الدین حسین۔ حاتم طائی۔ والبصی۔ جبلہ بن ایہم۔ محمد بن تومرت المہدی المغربی ابو عثمان۔ سعید بن مسیح۔ سبا تائی سیوئی۔ دمشق کی جامع بنی امیہ سب کے جدا جدا حالات درج ہیں۔

# تذکرہ مشاہیر عالم جلد دوم

جس میں حسب ذیل سوانح عمریاں درج ہیں ابو الاسود دوولی۔ احمد بن طولون ابو الضحاک عمر دبن معدی کرب زبیدی۔ نابغہ زبیانی۔ اسکندر اعظم۔ سمسون۔ ابن قراقر شلغانی۔ الحکم المستنفر محمد عبد اللہ الزرقیر۔ منذر بن مغیرہ۔ حجاج۔ دمشقی ہوس۔ مسجد ایا صوفیہ۔ مسجد اقصیٰ۔ صلیبی جہاد۔

# مخدرات مشاہیر عالم

مولفہ مولانا عبد الحلیم صاحب شرر جس میں حسب ذیل سوانح عمریاں درج ہیں قیمت ۱۲؍ سمی رامس ملکہ بابل۔ ہند بنت نعمان لیلائے اخیلیہ۔ شہدہ کاتبہ۔ زلیخا۔ ملکہ سجاح۔ ام سلمہ زوجہ سفاح قطر الندے۔ بلقیس ادلفا۔ علیہ بنت مہدی۔ خدیجہ بنت القیم۔ ملکہ استیر۔ کتھرائن۔ زبیدہ خاتون۔ ام ہانی مریم۔ قلوپٹرا۔ مڈیم ڈی اسٹائل۔ رابعہ بصریہ۔ فاطمہ فقیہہ۔ ملکہ زبا۔ ام ابان۔ رابعہ شامیہ فاطمہ نیشاپوریہ زنوبیہ۔ نوار زوجہ فرزدق۔ ہلینا۔ مصغہ۔ تحفہ۔ زبیدہ لالق دید کتابیں ہیں۔

## ایضاً جلد دوم

جسمیں حسب ذیل سوانح درج ہیں قیمت ۱۲؍ دیدول ملکہ سورہ پرتھا۔ ایڈلین۔ راضیل۔ ماریہ۔ رولان نلپون۔ عاتکہ بنت معاویہ۔ سند کارباتی خاتون۔ ارشد امیہ۔ زبیدہ عفراء عائشہ بنت طلحہ۔ ہائی پے شیا جر قاہ۔ ریا بنت الفرق اسلمی۔ جنفیات۔ ظریفہ بنت صفوان ام حکیم بنت قانط۔

تمام درخواستیں بنام سید ظہور الحسن۔ قومی پریس دہلی چھتہ لال میاں آنا چاہئیں

# تصانیف شمس العلماء مولانا شبلی نعمانی مرحوم

## مولانا شرر کی بہترین تصنیف مع فوٹو

## مولانا شرر مقالات شرر جذبات شرر

یہ مضامین نہیں بلکہ منشیانہ معجزات و سحر نگاری کی کراتیں ہیں جنہیں انشاپردازی کا شوق ہو تو اس کتاب کو ضرور منگائیں انہی مضامین کی بدولت ہندوستان میں بیسیوں جادو نگار بن گئے ہیں مولانا سے پہلے نیچرل مضامین کا لکھنے والا ہندوستان میں کوئی نہ تھا ہم نے بڑی تلاش سے جمع کر کے طبع کئے ہیں

قیمت عہر **فہرست مضامین**

دنیا عمر دو روزہ۔ بدمستی۔ آدھی رات۔ ہم اور ہمارے کمالات شمع سحر خود پسندی برسات بیکسی رنج و الم اندھیری رات باد سحر۔ ہوا گم گشتگان سلف ناراست کر براست شادی غم ہم آنیوالی گھڑی برکات خلوص لوٹا ہوا کھنڈر موسم خریف۔ اچھوا برسات کی رت غم جدائی یاس سراپائے حسن۔ زمانہ۔ دیہات کی شام عالم خیال شب حرم خاموشی آسمان گرمیوں کی رت باغ آرزو فصل بہار لالہ خودرو۔ بیخودی۔ بھول غریب کا جھونپڑا گور غریباں

قیمت معمولی کاغذ عہر ولایتی کاغذ مجلد دو روپیہ محصول ڈاک بذمہ خریدار

**اسلامی سوانحعمری** مولفہ مولانا شرر قیمت عہر

**ملفوظات** طلت تاج شاہی سفید لائتی کاغذ عار

**سیرۃ النعمان** یعنی امام اعظم ابوحنیفہ کوفی کی مفصل سوانحعمری آپ کے اول سے آخر تک کے پورے تفصیلی حالات لکھے ہیں یہ ایک معرکۃ الآرا کتاب ہے قیمت عہر

**الفاروق** مفصل سوانحعمری حضرت فاروق اعظمؓ اس سے بہتر سوانح آپ کی کوئی نہیں چھپی قیمت سلے ر معہ نقشہ فتوحات اسلام

**سفرنامہ روم و مصر و شام** اس کتاب میں دیگر چشم دید حالات کے ترکوں اور عربوں کے اخلاق و عادات کو نہایت تفصیل سے لکھا ہے صوبہ بہار کے کورس میں داخل ہے قیمت عہر

**الغزالی** یعنی امام محمد بن محمد الغزالی کی پوری سوانحعمری اور ان کے کلام تبصرہ اور ریویو عہر

**المامون** یعنی سوانحعمری خلیفہ مامون الرشید اعظم ہیں ان تمام کارناموں کی تفصیل ہے جن کی وجہ سے مامون الرشید کا عہد عموماً شاہان اسلام سے علمی حیثیت میں ممتاز تسلیم کیا گیا ہے عہر

**سوانحعمری مولانا روم** یعنی مولانا جلال الدین رومی کی مفصل سوانحعمری مثنوی شریف اور دیگر تصانیف پر تبصرہ قیمت عہر

سید ظہور الحسن و ابوالحسن قومی پریس چھتہ لال میاں دہلی

# ہمایوں نامہ (از) گلبدن بیگم

ترجمہ اردو

گلبدن بیگم۔ بادشاہ ظہیر الدین محمد بابر کی صاحبزادی اور ہمایوں بادشاہ کی بہن اور جلال الدین محمد اکبر کی چچی۔ کی تصنیف باضافہ حواشی مفید اور مستند مؤرخین کے فٹ نوٹ ذیل کی تاریخوں کا نچوڑ جو قابل دید ہیں۔ (۱) جوہر آفتاب چی ہمایوں بادشاہ (۲) خواند میر مؤرخ ہمایوں بادشاہ (۳) ابو الفضل (۴) بایزید (۵) سید علی رئیس امیر البحر (۶) ارسکائن (۷) تزک بابری (۸) الیٹ و ڈوسن (۹) عبد الباقی نہاوندی (۱۰) بدایونی (۱۱) الیاس وراس مترجم تاریخ رشیدی (۱۲) نظام الدین طبقات اکبری (۱۳) صمصام الدولہ نواز خاں (۱۴) بیورج (۱۵) جیرٹ (۱۶) و دیگر رسائل و جرائد وغیرہ وغیرہ۔

جیسے آغاز میں ایک مبسوط مقدمہ متعلقہ حالات گلبدن بیگم اصل مصنفہ کتاب بذات خود تین عہد کی کتاب ہے۔ بابر۔ ہمایوں۔ اکبر۔ آخر میں ایک ضمیمہ ہے جس میں ۲۰۰ سے زائد ان مشاہیر کا تاریخی نقطہ نظر سے ذکر ہے جن کا ان ہر سہ عہدوں سے تعلق تھا از انجملہ آٹھ سے زائد عکسی فوٹو ہیں غرضکہ زبان اردو میں ایسی تاریخ عنقا ہے زیر طبع ہے قیمت عہ

## حیات بابر

ظہیر الدین محمد بابر بادشاہ کی بہت سی تاریخیں لکھی گئی ہیں۔ مگر جہاں تک دیکھا گیا ایک تاریخی حیثیت نہیں رکھتی لہذا ہم نے نہایت کوشش اور جستجو سے اس کتاب کو تیار کیا گیا اور اس سے زیادہ تحقیق صحت کیساتھ نہیں ہو سکتی

## حیات بابر کے ماخذ

(۱) تزک بابری (۲) تاریخ رشیدی (۳) حبیب السیر (۵) شیبانی نامہ (۶) عالم آرا عباسی (۷) ہمایوں نامہ تاریخ حقی (۹) حسن التواریخ (۱۰) تاریخ فرشتہ (۱۱) طبقات اکبری (۱۲) اکبر نامہ حال کے ماخذ ارسکنی۔ بیورج لین پول کی تو یہ کتاب نہایت اہتمام سے طبع ہو رہی ہے اول ایک مقدمہ ہے پھر اصل کتاب جس میں ۱۶ فوٹو ہیں۔ مختلف مواقع کے اور چار نقشے ہیں اس سے بہتر بابر کی لائف آپکی نظر سے نہ گزری ہوگی۔

ولایتی ڈی کاغذ ۔ ۔ ۔ صفحات قیمت مجلد ۔ ۔ ۔

سید ظہور الحسن و حافظ ابو الحسن قومی پریس دہلی چھتہ لال میاں